شمائلہ دلعباد

اُجالا سب کا ہے

صبح سے ہی موسم ابر آلود تھا اور پھر چوتھے پیریڈ میں گھن گرج کے ساتھ بوندا باندی ہونے لگی۔ کلاس کے بچوں نے رینی ڈے کہہ کہہ کر عرشیہ کو کلاس سے نکلنے پر مجبور کر ہی دیا۔ جب وہ اسٹاف روم میں آئی تو باقی ٹیچرز بھی جمع ہو چکی تھیں۔ یعنی سارے بچوں نے باقی کے پیریڈز آف کرا لیے تھے۔ ویسے بھی کسی ٹیچر نے کچھ خاص نہ پڑھانا تھا موسم کے سبب بچوں کی معمول سے بہت کم تعداد جو اسکول آئی تھی۔ پرنسپل ثریا جہاں بھی ان کے پاس آ گئیں۔

''ایسے موسم میں تو فرائیڈ چیزیں کھانے کا ہی مزہ آتا ہے۔'' چٹوری ناہید نے چٹخارہ بھرا۔

''رات میں نے شامی کباب فریز کیے تھے رول پہلے سے ہی فریز ہیں۔ اب تم میں سے کوئی جا کر چائے بھی بنا لائے اور شامی و رول بھی فرائی کر کے لے آئے۔ میری میڈ گھر میں ہی ہے صفائی وغیرہ کر رہی ہوگی لیکن میں کوکنگ اس سے نہیں کرواتی۔

ثریا جہاں نے آفر کی تو عرشیہ کو لگا دل کی مراد پوری ہو گئی ہے۔ اس نے جھٹ اپنی خدمات پیش کر دیں۔ ایک تو لیم ثریا کا سارا گھر دیکھنے کا شوق بہت تھا۔ دوسری اس سے بھی اہم بات فی الحال یہ تھی کہ

ناولٹ

TAGPK.COM

اسلام علیکم!

ہمیں اپنے Blog Kitabdost

http://kitabdostpk.blogspot.be

اور readingpoint

http://readingpointpk.blogspot.be

کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے جو ہمارے لیے ناولز
لکھ سکیں جو خواتین و حضرات شوقین ہیں وہ
ہمیں اپنی تحریر (ناول،ناولٹ،افسانہ قسط وار ناول)
اس میل آی ڈی پہ سینڈ کر سکتے ہیں

maisrasultan@gmail.com

فیس بک پہ بھی اس میل کے زریعے رابطہ کریں

اگر صفوان گھر پہ مل جاتا تو ہو سکتا تھا وہ جو رکھائی برت رہا تھا، اس پر توجہ ہی نہیں دے رہا تھا، اس کے روبرو آنے پر پہلے کی طرح ہو جاتا۔

عرشی اس کے سامنے رونا چاہتی تھی، اسے لگ رہا تھا اس کے آنسو اسے ضرور بتا سکتے تھے کہ وہ اس میں کتنا انوالو ہو چکی ہے۔ عرشیہ ہر وہ حربہ استعمال کرنا چاہتی تھی جس سے صفوان اس سے شادی پر مجبور ہو جائے۔ آخر فلموں، ڈراموں میں بھی تو امیر ترین

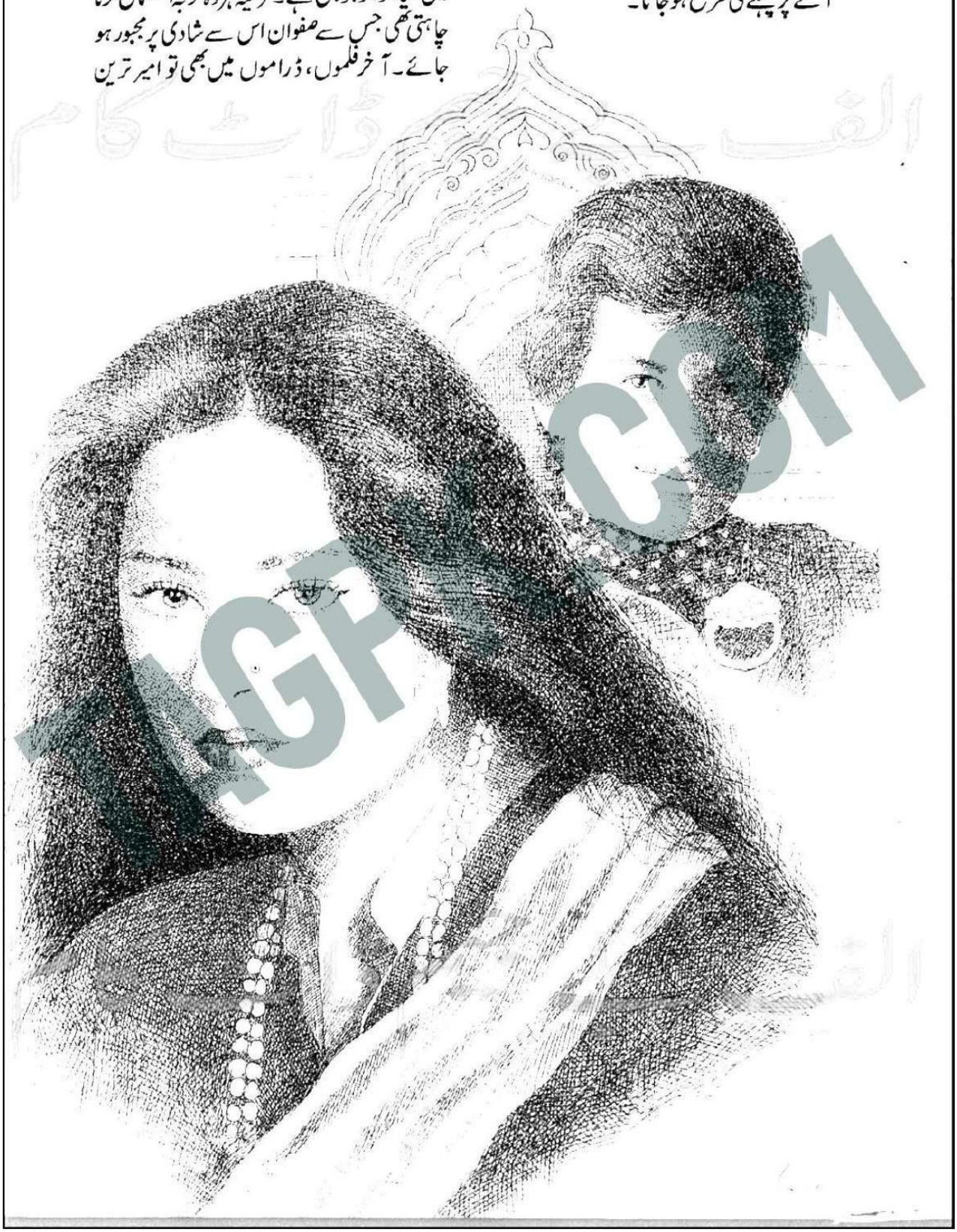

ہیرو اپنی کلاس کی لڑکیوں سے بیزار ہو کر غریب گھر کی لڑکی سے شادی کرتے ہی ہیں۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں لاکھ دلیلیں اس کے قلب و ذہن پر اتر آئی تھیں۔ میم ثریا نے سر ہلا کر اسے سامنے والی کوٹھی میں جانے کی اجازت دی تو عرشیہ نے دوپٹہ ذرا سا سر پر ٹکایا اور گیٹ سے باہر نکل کر دھڑکتے دل کے ساتھ سامنے والی کوٹھی میں قدم رکھ دیا۔

ماڈل ٹاؤن کی اس صاف ستھری اسٹریٹ میں آمنے سامنے کنٹری اسکول اور پرنسپل ثریا جہاں کا گھر تھا۔ ویسے تو ساری اسٹریٹ میں ایک سے بڑھ کر ایک بنگلہ اور کوٹھی موجود تھی لیکن جہان ولا کی چھب ہی الگ تھی۔

عرشیہ نے کوئی آٹھ نو مہینے پہلے اسکول جوائن کیا تو اس کا روز ماڈل ٹاؤن آنا جانا شروع ہوا تھا۔ پہلے تو کوئی ایسا ملنے والا تھا ہی نہیں جو ایسے علاقے اور ایسے گھر میں رہتا ہو۔ امیر گھرانوں کی شوقیہ ٹیچنگ کرتی لڑکیاں، مہنگے سوٹ، مہنگے فون اور ٹی وی ڈراموں کی طرح منائی جاتی برتھ ڈے پارٹیز نے اسے ایک بالکل الگ اور آسائشوں سے بھری دنیا سے اب مکمل طور پر متعارف کرایا تھا۔

بی ایس گھر کے قریبی گورنمنٹ کالج سے مکمل کیا تھا۔ ویسے تو کالج سے ہی امیر گھرانوں کی لڑکیوں کا رہن سہن دیکھ کر اس کے دل میں اپنی کلاس بدلنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ احساس کمتری بھی کھل کر سامنے آ گیا تھا لیکن ماڈل ٹاؤن کے کنٹری اسکول میں اپنی کولیگز کو دیکھ کر یہ احساس کمتری اور صرف یہی شوق اس کے حواسوں پر سوار ہو گیا تھا۔ سونے پہ سہاگہ پرنسپل ثریا جہاں کے بڑے بیٹے صفوان سے تعلق بننے نے کر دیا۔

صفوان نے سی وی پر اس کی تصویر دیکھی تو بقول اس کے اسے بہت پیاری لگی۔ اسے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر عرشیہ کو واٹس ایپ کرنا پڑا۔ عرشیہ تو پہلے ہی کسی ماڈل ٹاؤن والے امیر لڑکے کی تلاش میں تھی، وہ قدم اٹھا کر تو عرشی بھاگ کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ پچھلے کافی مہینوں سے وہ ہر وقت فون پر رابطے میں تھے لیکن اب جب وہ گھر کی طرف سے مشکل میں تھی صفوان بھی اس سے کنی کترا رہا تھا۔

ڈرائنگ روم تو وہ پہلے بھی دیکھ چکی تھی اب کوریڈور سے گزرتی ہر شے کو بڑی مرعوب اور ستائشی نظروں سے دیکھتی کچن میں پہنچ گئی۔

''ارے عرشیہ باجی آپ؟'' میم کی ملازمہ برتن دھو رہی تھی۔

''جی میں، وہ ایکچوئلی میم نے شامی کباب اور رول فرائی کرنے بھیجا ہے، ساتھ چائے بھی لے کر جانی ہے۔ تم مجھے ساری چیزوں کا بتا دو، کر میں خود لوں گی۔''

ملازمہ چیزیں نکال کر سلیب پر رکھنے لگی تو اس نے کچن کی تصویر بنا کر صفوان کو سینڈ۔ کی ساتھ کیپشن لکھا تمہارے کچن میں کام کرتے ہوئے۔ وہ آن لائن تھا پر اس نے اس کا میسج سین کرنا بھی گوارا نہ کیا۔ عرشی کو تکلیف تو ہوئی پر اس نے ہمت نہ ہاری۔ یہی سوچا پہلے فرائی کرنے والی چیزوں کی طرف متوجہ ہو جائے پھر اور تصویر بنا کر بھیجوں گی۔ اسٹائلش اور جدید کچن کے چولہے بھی جدید تھے۔ اسے برنر چلانا ہی نہ آیا تو شرمندہ ہو کر ملازمہ سے چولہا جلوایا۔ کام کرتے ہوئے اسے اپنے گھر کے۔ چولہے اور کچن بھی یاد آ رہا تھا۔ سر جھٹک کے اس نے بظاہر سرسری لہجے میں پوچھا۔

''میم کے بیٹے گھر پر ہوں گے، موسم جو خراب ہے۔''

''کہاں گھر میں ٹکتے ہیں باجی، سویرے ہی وڈا موٹر سائیکل (ہیوی بائیک) لے کر نکل گئے تھے چھوٹے صاب۔''

اس اطلاع پر وہ مزید بے دلی سے سارے لوازمات لے کر اسکول پہنچی تو ـــــ رمشہ کی منگنی کی البم کھلی پڑی تھی۔ چھوٹے سے قد کی رمشہ کا منگیتر سترھویں اسکیل کا سرکاری ملازم نہایت خوبرو اور سوٹڈ بوٹڈ لڑکا تھا۔ اس کا دل جل کر مزید خاک ہو گیا۔

''میرے منحوس دنوں کا آغاز ہو گیا ہے۔'' عرشیہ

نے سوچتے ہوئے شامی کا ذرا سا ٹکڑا منہ میں رکھا۔

☆☆☆

اسکول وین روزانہ کی طرح گلی کے سامنے رکی تو وہ اپنا برانڈڈ لیلن کا سوٹ و دوپٹہ سیٹ کی اکھڑی کیل سے بچا کر نیچے اتر آئی۔ سوٹ بچالیا تھا لیکن برانڈڈ جوتے کیچڑ سے کسی صورت نہ بچ سکتے تھے۔ عرشیہ احتیاط سے پیر رکھتی گلی کے اندر چلنے لگی۔

کیا تھا جو ہم بھی ماڈل ٹاؤن میں رہتے اس کیچڑ، گندے پانی اور ٹوٹی پھوٹی گلی کے جاہل لوگوں سے واسطہ تو نہ پڑتا۔

اس نے کوفت سے اردگرد کے گھروں کو دیکھا۔ کسی گھر کے دروازے کے آگے ایک سیڑھی بنی ہوئی تھی کسی کے آگے دو اور کوئی اتنا ہی گلی سے نیچے تھا تو کوئی گھر عین گلی کے ٹوٹے پھوٹے فرش کے برابر۔ بارش کسی بھی موسم میں ہوتی، گلی سے نیچے ہو جانے والے گھروں کے مکین گھر کے برتنوں سے — بارش اور گٹر کا پانی اچھال اچھال کر باہر نکالتے ہی پائے جاتے تھے۔ سیڑھیوں کی تجاوزات کی وجہ سے گاڑی اور وین گلی کے اندر نہیں آتی تھی، سبزی والی ریڑھی اور اشیاء خورد و نوش والے ہاکر البتہ سارا دن بلکہ رات گئے تک آوازیں لگا لگا کر اپنا مال فروخت کرتے رہتے تھے۔ عرشیہ کا اصل برا حال تب ہوتا جب اسے کسی کلاس فیلو یا کولیگ کی کال آتی اور ساتھ ہی نیچے سے ٹھیلے والا بارہ مسالے کی چاٹ اسپیکر پر بیچنے لگتا۔

احتیاط سے جوتے کی اونچی ایڑی دھرتی وہ معمول سے بے حد آہستہ چل رہی تھی جب ہی اردگرد والے اس کا تفصیلی جائزہ لے رہے تھے۔ اسے دیکھ کر اللہ رکھی نے صفیہ چچی کے کان میں کانا پھوسی کی تو صفیہ نے بھی کباڑیے سے ایک کلو پر ایک روپیہ بڑھانے کی بحث ترک کر دی۔

عرشیہ کو خبر تھی کیا سرگوشی کی گئی ہوگی، اسی لیے تو تن بدن میں آگ بھڑک اٹھی۔ اس کا دل کیا وہ شخص سامنے ہو تو مار مار کر کچومر نکال دے۔ آج کے دن ایک اور بدقسمتی یہ ہوئی کہ وہ واقعی ہی سامنے مل گیا اور بدترین حال میں ملا۔ آٹے کی بوریاں کندھے پر اٹھائے، آٹے سے سفید ہوا، نیوی بلیو سوٹ اور پیروں میں باٹا کی کھلے منہ کی چپل پہنے محمد بوٹا، اپنے گودام میں تھوک کے بھاؤ خریدا ہوا وافر راشن محفوظ کر رہا تھا۔

اس نے حقارت سے یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو "اپنا آپ دیکھو اور مجھے دیکھو، کیا تم میرے قابل ہو؟ تمہیں میرے گھر رشتہ بھیجتے ذرا شرم نہ آئی، تم سے شادی سے بہتر ہے میں ساری زندگی کنواری رہ

ابن انشاء کی معروف کتابیں

کتاب کا نام	قیمت	ڈاک خرچ کے بعد
آپ سے پردہ	600/-	450/-
باتیں انشاجی	600/-	450/-
بلو کا بستہ	225/-	168/-
قصہ ایک کنوارے کا	225/-	168/-

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کے ناول افسانے اب 25% رعایت کے ساتھ گھر بیٹھے منگوائیں۔

فری ڈلیوری۔ پاکستان میں ہر جگہ آن لائن منگوائیں۔

مزید معلومات کے لئے فون کریں

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

فون: 32216361

لوں۔'' غصے کی انتہا تھی کہ اس نے لوہے کے دو پٹ والے سبز دروازے کو زوردار ہاتھ مارا۔

''صبر کرلو عرشی باجی! ہمیں پتا چل گیا ہے طوفان گھر لوٹ آیا ہے۔''

عرشیہ نے نور کا سلام کرنا بھی نظر انداز کیا اور ٹک ٹک کرتی لال پیلی ہو کر اوپر اپنے پورشن کی طرف بڑھ گئی۔ جوتے اتار کر بید کی کرسی پر بیٹھی پیروں کو آرام پہنچانے کے لیے پنجے دبانے ہی لگی تھی کہ نیچے سے آ کر ارحم نے پھولا ہوا دہی بڑے کا پیکٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔

''عرشی باجی! بوٹے بھائی نے یہ دہی بلے بھیجے ہیں۔''

اس کے لیے ارحم کا اتنا کہنا ہی کافی تھا، اس نے اپنی اتاری ہوئی ہائی ہیل اٹھالی۔

''تیری اور تیرے بوٹے بھائی کی تو.....''

ارحم یوں نو دو گیارہ ہوا جیسے کبھی اوپر آیا ہی نہ تھا۔

وہ روزانہ اسکول سے واپسی پر پہلے کپڑے تبدیل کرتی تھی پھر انہیں اتنی حفاظت و ملائمت سے ہینگر میں ڈالتی جیسے غریب مائیں بیٹی کے جہیز کے لیے بنائی گئی۔ سونے کی بالیاں سنبھالتی ہیں پر آج دل اتنا جلا ہوا تھا کہ برانڈڈ کپڑوں کی پروا کیے بنا وہ منہ پر اپنے ہی سوٹ کا دوپٹہ رکھ کر لیٹ گئی۔ دھپ دھپ کی آواز سے اسے لگا تھا شاید زبیدہ اوپر آ رہی ہے لیکن دہی بلے کی پلیٹ ہاتھ میں پکڑے وہ ٹیپو تھا۔

''باجی! کھانے ہیں؟''

''زہر ہے تو وہ لا دو کہیں سے۔''

''فکر ناٹ سسٹر! امی، تائی امی کے ساتھ میتھی شلجم اور بیسن کی مسی روٹی (گندم کے آٹے میں بیسن مکس کر کے بنائی جانے والی نمکین روٹی) بنا رہی ہیں۔ میتھی شلجم کسی زہر سے کم تھوڑی ہیں۔''

ٹیپو بھرے منہ کے ساتھ رغبت سے دہی بڑے کھاتا اسے اس کی دانست میں ایک اور منحوس اطلاع دے رہا تھا۔

''ٹیپو، اتنے بڑے ہو گئے ہو لیکن کھانے کی تمیز نہیں آئی۔ منہ میں کھانا ڈال کر جاہل بات کرتے ہیں۔ یا اللہ، میں کہاں اس غلیظ محلے اور غریب لوگوں میں پیدا ہو گئی۔ مجھے رمشہ کے گھر ہی پیدا کر دیا ہوتا۔''

''عرشی باجی! میں نے نوٹ کیا ہے جب سے تم کنٹری - اسکول میں پڑھانے لگی ہو ہم سب کو انسان ہی نہیں سمجھتیں۔''

''کوئی انسان والی بات ہو تو میں انسان سمجھوں، کوئی مینرز ہی نہیں ہیں۔ کبھی میم ثریا کے گھر جاؤ اور پھر دیکھو، لوگ کتنی نفاست سے رہتے ہیں۔''

''عرشی باجی! خدا کا واسطہ ثریا میم اور ماڈل ٹاؤن کی شان بیان کرنا نہ شروع ہو جانا۔''

''دفع ہو جاؤ تم۔'' وہ بھائی پر بھی چلا اُٹھی۔

''میں اپنے باپ کے گھر بیٹھا ہوں میں کیوں دفع ہونے لگا، دفع تو ہم تمہیں کریں گے۔'' وہ انگلیوں سے پلیٹ چاٹ رہا تھا۔

عرشیہ کو مزید کوفت ہوئی لیکن اسے پتا تھا کون سا اس نے ماننی ہے اس لیے بات بدل دی۔

''امی! آج کل کچن پھر سے نیچے لے گئی ہیں مجھے یقین نہیں آتا، یہ وہی امی اور تائی امی ہیں جو ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کی روادار نہیں تھیں۔''

''باجی! اب امی کے کان نہ بھرنا، پہلے بھی تمہاری وجہ سے ہر وقت لڑائی رہتی تھی، ہر وقت امی سے چغلیاں کر کر کے تم ان کو تائی امی کے خلاف کرتی ہو۔''

''تائی کے سگے، میں نے یہی ہیل تمہارے سر پر مار دینی ہے۔ سب سمجھتی ہوں تائی پر اتنا تن من کیوں نچھاور کرنے لگے ہو۔''

''شاباش بیٹی! شاباش، یہ نہیں کہ اسکول سے آ گئی ہو تو ماں اور تائی کی مدد کرو، الٹا کھانا کھلانے کے لیے بھی مجھے اوپر آنا پڑا ہے۔ یہی مہارانیوں والے کرتوت رہے تو دوسرے دن گھر بٹھا دیں گے، اگلے۔ سفینہ جیسی سگھڑ، بی بی بچی کو اس کی سسرال نے ٹانگ کے رکھا ہوا ہے تم تو آٹے میں نمک نہیں ہو۔''

''یہ لیں امی! میرے بندھے ہاتھ دیکھ لیں، مجھے معاف کر دیں۔'' اب کے عرشیہ سلیم بھل بھل

آنسو بہانے لگی تو زبیدہ بھی سب بھول بھال کر اکلوتی بیٹی کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔ زبیدہ کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا، بیٹی اس قدر دکھی اور بھری کیوں بیٹھی ہے۔ سو خاموشی سے لوہے کی چارپائی کے کنارے پر ٹک کر اس کا سر اپنے کندھے سے لگا لیا۔

''امی! یہ وہی تائی امی ہیں جنہوں نے میرے لیے آنے والا رشتہ سفینہ کی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ یہ وہی تائی امی ہیں جنہوں نے آپ کا جینا حرام کیے رکھا ہے۔ اب سفینہ کی شادی کے سال بھر بعد سر سے پیر تک کیسے بدل سکتی ہیں۔ اب پھر ہمیں نیچا دکھانا چاہتی ہیں، آپ کی برین واشنگ کر رہی ہیں تاکہ آپ اس جاہل پینڈو گل بوٹے کا رشتہ قبول کر لیں اور وہ ہر جگہ اپنے پڑھے لکھے داماد کے جھنڈے گاڑ سکیں۔''

''عرشی! بدگمانی دل سے نکال دو بیٹی! آپا اتنی بری نہیں ہیں۔''

''اس سے زیادہ بری ہیں امی، آپ بھول سکتی ہیں میں نہیں بھول سکتی۔ سہیل بھائی کا رشتہ ہی نہ ٹھکیاتیں تو بھی میں کچھ اچھا سمجھ لیتی۔''

''بولنا، سہیل سے لاکھ درجے اچھا ہے عرشی! تمہیں امیر سہیلیوں کے ساتھ رہ رہ کر اپنی حیثیت ہی بھول گئی ہے۔''

''سفینہ کی حیثیت بھی میری والی تھی۔ اس کی پڑھے لکھے ماڈرن لڑکے سے شادی کی۔ میرے لیے یہ بوٹا ہی بچا ہے۔ آپ ابھی کے ابھی اس کیکٹس کے پودے (بوٹے) کو انکار کریں۔''

''میری بات سنو عرشی! آج کے آج ہی اپنے ''اس'' ہوتے سوتے کو کہو۔ ماڈل ٹاؤن سے رشتہ لے آئے۔ میں اور تمہارے ابو ایک لفظ نہیں بولیں گے بلکہ فوری تمہیں بیاہ کر رخصت کر دیں گے۔'' زبیدہ نے درشتی سے اسے اپنے کندھے سے پیچھے ہٹایا۔

''امی! آپ کک..... کس کی بات کر رہی ہیں؟''

''اسی کی جس کے ساتھ ہر وقت لگی رہتی ہو، کچھ کہتی نہیں ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سمجھتی نہیں ہوں بھلے تیرے جتنا پڑھی لکھی نہیں پر پیدا تجھے میں نے ہی کیا ہے، تیری رگ رگ سے واقف ہوں۔ شرم کے مارے چپ رہتی ہوں کہ تیرا میرا پردہ بنا رہے۔ تجھے تو ذرا شرم نہیں رہی۔ یہ میری ڈھیل ہے یہ میرا لاڈ پیار ہے جس نے تجھے اتنا منہ زور کر دیا ہے۔ وہ رشتہ لے کر آتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم سب بوٹے کے لیے ہاں کر دیں گے۔ ایسا اچھا رشتہ بار بار نہیں ملے گا نہ وہ لوگ اب زیادہ انتظار کریں گے۔''

زبیدہ کی اتنی لمبی اور درشت گفتگو نے اسے گنگ دیا۔

''امی! اب آپ مجھ پر لڑکوں سے بات چیت کا الزام بھی لگائیں گی؟ میں تو فیس بک اور انسٹا پر لگی ہوتی ہوں۔'' اس نے اپنی گرتی ساکھ کو سہارا دینا چاہا۔

''بس کر عرشی! کتنی بار کہا ہے جھوٹ نہ بولا کرو یہ جس گھر گھس جائے اس کا لکھ نہیں رہنے دیتا۔ اب اگر بھوک محسوس ہو رہی ہے تو نیچے آ کر کھانا کھا لینا ورنہ بے شک بھوکی بیٹھی رہو۔''

زبیدہ خاتون اس کے سر پر بم پھوڑ کر نیچے جا چکی تھیں۔

☆☆☆

جتنی شاہدہ اور زبیدہ کی بطور جیٹھانی اور دیورانی آپس میں لگتی تھی، اتنی ہی سلیم اور سلیم کی آپس میں بنتی تھی۔ دونوں بھائی یک جان دو قالب تھے۔ شاہدہ اور زبیدہ میں شروع میں اختلاف تو ان کی نندوں اور ساس مرحومہ نے ڈالا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھیں۔ گھر کی دونوں بہوؤں میں اتفاق ہو اور پھر دونوں مل کر ان کی اور ان کی بیٹیوں کی برائیاں کریں۔ اوئر مڈل کلاس میں اکثر گھروں میں دیورانی جیٹھانی کی ابتدائی لڑائیوں کا سبب مشترکہ سسرالی رشتے بنتے ہیں، وقت کے ساتھ ساتھ ان کی یہ عادت اتنی پختہ ہو جاتی ہے کہ پھر اس کو شریکے کا نام دے دیا جاتا ہے۔ اور یوں یہ اختلاف ساری زندگی پر محیط ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بچے بھی ایک دوسرے کے ساتھ محبت نہیں کر پاتے اور انہیں اپنی اپنی ماں مظلوم

اور سچی لگتی ہے۔

زبیدہ اور شاہدہ کے کیس میں بھی بالکل ایسا ہی ہوا۔ دونوں کے اختلاف کی وجہ سے دونوں کی بیٹیاں ایک دوسرے سے چڑتی تھیں، لڑکے البتہ دونوں کے ہی ایک دوسرے سے حسن سلوک کے ساتھ رہتے تھے۔ زبیدہ کو یہ مان بھی تھا کہ میری صرف ایک ہی بیٹی ہے اور شاہدہ کو تین تین بیاہنی پڑیں گی۔

بہنوں کی شادیوں کے بعد علیم اور سلیم نے باہمی صلاح مشورے سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کیا۔ مہنگائی آسمان کو چھو رہی تھی اور بچت محدود تھی۔ اس لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ علیحدہ پلاٹ لے کر اس پر گھر بنایا جا سکتا۔ کرائے کے مکان میں رہنے پر سلیم رضامند نہیں تھا۔ تب دونوں بھائیوں نے آسان حل چنا، نیچے والے گھر میں ردوبدل کر کے اوپر مکمل گھر بنا کر سیڑھیاں نیچے گلی میں لا کر بیرونی دروازہ لگا دیا۔ اس طرح گھر بھی مکمل علیحدہ ہو گئے لیکن دونوں بھائی بھی ساتھ رہے۔

لاری اڈے کے ایک ہی ہوٹل میں دونوں کی نوکری تھی۔ علیم خانساماں تھا تو سلیم منیجر۔ ہوٹل خوب چلتا تھا، مالک بھی ان کی ایمان داری سے نہ صرف واقف تھا بلکہ حد درجہ متاثر بھی تھا، اسی لیے سارا کچھ ان پر چھوڑ رکھا تھا۔ زندگی اچھی خاصی سہل گزر رہی تھی صرف لگژری اشیا کی کمی تھی جو ان کو کبھی محسوس نہ ہوئی لیکن عرشیہ جانے ان سب سے الگ کیسے نکل گئی۔

اسے یہ کمی، یہ گھر، یہ محلہ اور اس کے لوگ حد درجہ بیزار کرنے لگے تھے۔ گزشتہ پانچ سال سے اس میں بہت تبدیلی آئی تھی، یہاں تک کہ اس کا امیر ہونے کا شوق اور احساس کمتری بڑھتے بڑھتے ایک مرض کی صورت اختیار کر چکا تھا۔

اسے چھوٹی موٹی نوکری اور مزدوری کرتے ہوئے اپنے رشتے دار و اہل محلہ سب برے لگتے تھے۔ ستم یہ تھا کہ ان کی اس بیزاری کو کوئی سنجیدہ نہیں لے رہا تھا۔

بی ایس کے آخری سمسٹر کے بعد جب زبیدہ نے سارے گھر سے چھپ کر ایک رشتہ کرنے والی کو پیسے دیے اور عرشی کی ڈیمانڈ کے مطابق رشتہ لانے کو کہا اگلے چند دن میں بتول رشتے والی نے اس کے بجائے سہیل کا رشتہ سفینہ علیم کی جھولی میں ڈال دیا۔ سہیل اسّی فیصد ویسا ہی تھا جیسی عرشی کی ڈیمانڈ تھی۔

شہر کی نئی کالونی میں بنا ہوا ذاتی گھر، بینک میں ملازم اور تو اور برانڈز کے جوتے کپڑے پہننے والا۔

گو کہ بتول نے زبیدہ کا دل صاف کرنے کے لیے بتایا، شاہدہ نے اسے بہت پہلے سے سفینہ کے رشتے کے لیے فیس دے رکھی تھی۔ لیکن زبیدہ اور عرشی جانتی تھیں، شاہدہ نے عرشی کے نام پر آنے والا رشتہ بتول کو فیس سے زیادہ پیسے دے کر اپنی طرف موڑا تھا۔ سلیم کو اس بات سے فرق ہی نہ پڑا، اس نے کہا کوئی بات نہیں سفینہ بھی گھر کی بیٹی ہے عرشی کا نہیں تو چلو سفینہ کا ہو گیا، بہت اچھا ہوا۔ اب ہم مل کر عرشی کا کریں گے۔

لیکن زبیدہ اور عرشی کے دل میں بننے والی یہ گرہ آج بھی قائم تھی۔ زبیدہ بڑے حوصلے مگر اوپری دل سے ۔ سفینہ کی شادی میں شریک ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے ان کا نیچے والے پورشن سے جو تھوڑا بہت ربط تھا، وہ بھی نہ رہا۔ عرشیہ اس کی اکلوتی بیٹی تھی وہ چاہتی تھی اس کی شادی ویسی جگہ ہو جیسی بیٹی کی چاہ ہے۔ اس نے کئی رشتے کرانے والوں کو بھاری فیس دی پر گوہر مقصود ہاتھ آ کر نہ دے رہا تھا۔ جو بھی رشتے تھے اپنے جیسے لوگوں کے گھروں سے آ رہے تھے، باقی تو لوئر مڈل کلاس کی اس دھوپ سڑی نام کی گلی کا نام سن کر ہی انکار کر دیتے تھے۔ باقیوں کے کوائف سن کر عرشی زمین سے دو دو فٹ اچھلتی تھی۔

زبیدہ کو اس ایک سال کی ٹینشن نے شوگر اور بلڈ پریشر کا مریض کر ڈالا تھا۔ اب اسے خود بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ اکلوتی بیٹی کر کر کے عرشی کو بگاڑ بیٹھی ہے۔ شاہدہ اور اس کی بیٹیوں کی ان باتوں پر ہمیشہ یہ سوچتی تھی کہ میری عرشی سے جیلس ہوتی ہیں پر جب اپنی بہنوں نے بھی یہی کہنا شروع کر دیا، رشتے کرانے والوں نے بھی عرشی کے مزاج دیکھ کر اسی طرح سے عرشی پر تنقید کی تو اب زبیدہ نے کھلے دل و دماغ اور غیر جانب داری سے تجزیہ کر کے دیکھا تو پتا

چلا ان کی اپنی بیٹی مشکل شخصیت کی مالک ہے۔ حد درجہ نازک مزاج، اکھڑ، ناشکری اور ہر اچھی چیز صرف میرے پاس ہو کا مزاج رکھنے والی، بے حد مغرور اور تو اور آس پاس کے لوگ بھی اسے کیڑے مکوڑے لگتے تھے۔

اس کے لیے ماڈل ٹاؤن اور وہاں کے مکینوں میں شامل ہونا ہی زندگی کا مقصد تھا۔ اسی لیے اس نے دھوپ سڑی گلی سے اتنی دور ماڈل ٹاؤن کنٹری اسکول جوائن کیا تھا جبکہ دس ہزار تنخواہ میں اس کا اپنا خرچا پورا نہیں ہو رہا تھا۔ ہر مہینے برانڈ کا سوٹ تو کبھی جوتے تو کبھی ہینڈ بیگ اور ان کی انسٹا اور فیس بک پر اسٹوریز لگانا اس کا دل پسند مشغلہ تھا۔ اس شوق کی وجہ سے اپنی تنخواہ کم پڑ جاتی تو سلیم سے جیب خرچ کے نام پر رقم بٹور لیتی تھی۔

☆☆☆

ایسی ہی ایک گہری شام جب زبیدہ اپنی بڑی باجی سے فون پر عرشیہ کے بارے میں گفتگو کر کے پریشان بیٹھی تھی تو اچانک سلیم کے ساتھ شاہدہ اور بچیاں اوپر آئی تھیں اور پھر اس سے لپٹ کر شاہدہ جو روئی تو ہچکیاں ہی بندھ گئیں۔ بچیاں الگ سے رو رو کر بے حال تھیں۔

ادھر ادھر سے تو زبیدہ کو پتا چلتا ہی رہتا تھا شاہدہ بھابھی کی طبیعت بھی خراب رہتی ہے۔ اب اسے مستقل خرابی طبع کا سبب بھابھی اپنے منہ سے بتا رہی تھی۔ سفینہ سسرال میں نہیں بلکہ کانٹوں پر شب و روز بسر کر رہی تھی)۔ اس دکھ نے شاہدہ کو مستقل روگ لگا دیا تھا۔ محلے کے لوگوں کے مزاج ایسے تھے کہ یہاں ہر کوئی سسرال کو برا ہی کہتا تھا۔ لیکن شاہدہ اور اس کی بیٹیوں نے اس کے برعکس اپنا اور بیٹی کے سسرال کا بھرم یہی کہہ کر قائم رکھا ہوا تھا سسرال تو بہت اچھا ہے، سفینہ نہایت خوش ہے۔

اس رات دلوں کی ساری کثافت دھل گئی سارے گلے شکوے ایک دوسرے سے کہہ دیے گئے۔ اب یہ حال تھا کہ دیورانی جیٹھانی یک جان ایک قالب ہو چکی تھیں، نندوں کو اس پر تحفظات اب بھی تھے لیکن وہ اب پرانی غلطیاں دہرانا نہیں چاہتی تھیں۔ سارے بچے اس پر شیر و شکر تھے سوائے عرشیہ سلیم کے۔ عرشیہ سلیم کے پاس تائی اور اس کی اولاد سے چڑنے کی اب ماؤنٹ ایورسٹ جتنی بڑی وجہ ایک اور پیدا ہو چکی تھی۔ دائیں ہم دیوار ہمسائے محمد بوٹا ولد محمد مقصود دکان دار کا رشتہ شاہدہ علیم کے توسط سے ہی تو سلیم کے چوبارے پر پہنچا تھا۔

محمد بوٹا اور اس کا عرشیہ کے لیے رشتہ بھیجنا بھی ایک عجیب ہی کیس تھا۔ بقول عرشیہ کے، اس کے لیے رشتہ بھیجنے سے پہلے اپنا نام ہی دیکھ لیتا باقی باتیں تو بعد کی تھیں۔

☆☆☆

مقصود جدی پشتی دکان دار تھا اسی لیے محلے والے کراڑ (بنیا) کہہ کر چڑاتے تھے۔ اب یہ سلسلہ مقصود کی اولاد تک پھیل چکا تھا۔ بوٹے سے چھوٹے بہن بھائیوں کو محلے کے باقی بچے کراڑ کہہ کر ہی چڑاتے تھے۔ اصل میں اندرون شہر اور باقی بھی کئی مقامات پر تقسیم سے پہلے کی کھنڈر زدہ دکانیں اور گھر موجود تھے، زنگ آلود بھاری زنجیروں اور تالوں سے مقفل یہ کھنڈر لوگوں کو ہندو دکانداروں کی یاد بھولنے نہ دیتے تھے۔ اسی لیے مقصود اینڈ سنز کو بھی سارے کراڑ کہہ دیتے تھے۔

مقصود کی پہلی بیوی ہاجرہ بے حد نفیس اور سلیقہ شعار عورت تھی اتنی نفیس اور اتنی سلیقہ شعار کہ محلے کی بڑی عورتیں اب بھی اس کی مثال دیتی تھیں۔ ہاجرہ اور مقصود کے چار بچے دنیا میں چند سانسیں لے کر جنت مکیں ہوتے رہے۔ پانچویں بار مقصود کی ماں دوائیوں کے ساتھ پیر صاحب کا دیا تعویذ بھی پر باندھے رکھتی۔ ہاجرہ باشعور عورت تھی اسے اس طرح کی باتوں پر یقین نہ تھا لیکن ساس کے ڈر سے جو وہ کہتیں چپ چاپ عمل کرتی تھی۔ چنانچہ جب بچہ پیدا ہوا تو پیر صاحب کے حکم کے مطابق اسے ''منگتا'' قرار دے دیا گیا۔ چھ دن مسلسل خوف میں گزار کر

بچے کو دادی نے بوٹے کا نام دے دیا۔ وہ کہتیں.....

''اللہ نے میرے مقصود کا بوٹا لگا دیا ہے، میری دعائیں سن لی ہیں۔''

یوں عقیقے کے ساتھ ہی آفیشلی بچے کا نام بوٹا اور اسے کپڑوں جوتوں کے لیے منگتا قرار دے دیا گیا۔ اب جب سب کو معلوم ہو گیا، بوٹا منگتا ہے اور ہاجرہ تب تک اسے گھر کے پیسوں سے خریدے کپڑے، جوتے نہیں پہنا سکتی جب تک وہ خود فرمائش کر کے نہ لے تو رشتے دار اور محلے کی خواتین نے بھی اخلاقی طور پر بوٹے کے لباس و جوتوں کی ذمہ داری اٹھا لی۔ بوٹے نے چوتھے سال ریکارڈ توڑا اور گلی میں جوتے بیچنے آنے والی ریڑھی پر اپنی پسند کی نائیلون کی چپل پر ہاتھ رکھ دیا۔ محلے اور رشتے داروں کو ایک ذمہ داری سے نجات مل گئی۔

اب کپڑوں کی باری تھی۔ اگلے سال اس نے عید کے موقع پر اچانک ہی فرمائش کر دی کہ وہ کیسے کپڑے لینا چاہتا ہے۔ بوٹا دس سال کا تھا جب ہاجرہ کا انتقال ہوا۔ بوٹے کو ماں کی ضرورت تو تھی ہی اس کے ساتھ ساتھ مقصود بھی ابھی اس عمر میں نہ تھا کہ دنیا تیاگ دیتا، اسے جلد ہی دوسری شادی کرنی پڑی۔ بلقیس، ہاجرہ کا الٹ تھی، سلیقہ طریقہ تو چھو کر نہ گزرا تھا۔ ذہنی سطح بھی قدرے کم تھی۔ اس کے والدین نے صاف کہا تھا۔

''مقصود میاں! ہماری بیٹی موٹے دماغ کی ہے باریکیاں چھان نہیں سکتی لیکن پکی پکائی روٹی اور گھر کا سکون ملے گا۔''

آنے والے سالوں میں ہاجرہ کا سجایا گھر بوٹے کے دوسرے بہن بھائیوں سے بھر کر بالکل ہی بدل گیا محلے والوں کے بقول گندا ہو گیا۔ کیونکہ انہوں نے ہاجرہ کا سلیقہ دیکھ رکھا تھا۔ محلے والیاں ہمدردی کے نام پر بوٹے کو، ماں کو بھولنے ہی نہ دیتی تھیں، کچھ اس پر خود بھی ماں کے نقش بے انتہا گہرے اور واضح تھے وہ بھول ہی نہ سکتا تھا۔ اس کی دنیا سمٹتی گئی وہ خاموش اور اپنے کام سے کام رکھتا تھا۔ شاہدہ اس کی ماں کی سہیلی ہونے کے ناتے ہمیشہ بوٹے کے دل کے قریب رہی۔ اس کے گھر میں بوٹا آزادانہ آتا جاتا رہا۔ اسی آنے جانے میں نخریلی، جذباتی عرشیہ اس کے دل کو بھا گئی۔ لڑکپن سے شروع ہونے والی یہ دل لگی جوانی میں بے پایاں محبت میں ڈھل چکی تھی۔

دوسری طرف عرشیہ کالج جا کر بالکل ہی بدل گئی تھی۔ وہ چھٹی ساتویں میں تھی جب بوٹے نے دسویں میں اسکول چھوڑ کر دکان سنبھال لی۔

دکان سنبھالنے کا قصہ بھی بہت ہی المناک تھا۔ مقصود کا ہیلپر اس کی بیماری کا فائدہ اٹھا کر دکان سے قیمتی مال اور پیسہ لے کر فرار ہو گیا تو بوٹے کو دکان میں بیٹھنا پڑا۔ نئے سرے سے دکان اور مالی حالات سیٹ کرنے میں چھ مہینے گزر گئے اس کے بعد بوٹے نے ہیلپر رکھنے سے تمنع کر کے خود ذمہ داری اٹھا لی۔

وہ دن اور آج کا دن تھا گھر، دکان اور اس بیچ عرشیہ کے خیالوں کے سنگ زندگی گزر رہی تھی کہ مقصود کو اس کی شادی کا خیال آ گیا۔ اس کے دہی بھلے، سموسے اور میٹھی چٹنی شاہدہ کی بیٹیوں کے علاوہ صرف عرشیہ کے لیے بھیجنے کی مقصود کو خبر تھی، بیٹا کیا چاہتا ہے پھر بھی وہ بوٹے کے منہ سے سننا چاہتا تھا۔ اس کی ہاں کی دیر تھی مقصود اور بلقیس شاہدہ کے گھر پہنچ گئے۔ شاہدہ کو دیورانی اور اس کی بیٹی کا مزاج معلوم تھا اسی لیے صاف کہہ دیا۔

''بھائی جی! اول تو یہ رشتہ ہونا نہیں ہے پھر بھی آپ امید رکھتے ہیں تو خود ڈائریکٹ زبیدہ اور سلیم سے بات کر لیں۔''

چھ مہینے ہو چکے تھے۔ مقصود کبھی محلے کے کسی سرکردہ بزرگ کو لے کر چوبارے پر پہنچ جاتا تو کبھی کسی رشتہ دار کو، لیکن اب جیٹھانی دیورانی کی صلح کے بعد وہ شاہدہ اور علیم کو لے کر پھر سے زبیدہ اور سلیم کے سامنے جھولی پھیلانے آیا تھا۔

جب سے یہ رشتے والی بات چلی تھی، بوٹے کیا پورے محلے کو عرشی کا بگڑا مزاج نظر آ رہا تھا۔ اول تو ان دونوں کا کبھی سامنا نہیں ہوتا تھا اگر ہو بھی جاتا تو

بوٹے کو لگتا عرشیہ اسے نظروں سے بھسم کر ڈالے گی۔ تم ایک بار مل تو جاؤ، تمہیں اتنا پیار کروں گا، تمہاری پسند کے روپ میں ایسا ڈھلوں گا، اپنی نفرت بھول جاؤ گی۔

اس نے سفینہ کی شادی پر پھولوں کا تھال پکڑے کھڑی عرشیہ کی چپکے سے فوٹو بنائی تھی۔ اسی سے حال دل کہتا سنتا تھا۔

☆☆☆

''جب سے تائی اماں سے صلح کی ہے، تم لوگوں کا گھر میں دل ہی نہیں لگتا۔ مجھے حیرت ہے گھر میں بیٹھ کر پتنگ بنا رہے ہو، نیچے بنا لیتے۔ تمہیں مدد گار بھی مل جاتے'' عرشیہ نے پتنگ کے ساتھ الجھے ٹیپو پر طنز کے تیر چلائے۔

''تم بھی نیچے چلی جایا کرو، کس نے روکا ہے؟ خود ہی تمہیں جلنے کا شوق ہے، جلتی رہا کرو۔'' وہ بھی اسی کا بھائی تھا بھنا کر بولا۔

عرشی نے سر جھٹک کر پھر سے موبائل اٹھا کر چیک کیا صفوان آن لائن تھا لیکن اس کے میسج بدستور بغیر دیکھے پڑے تھے۔ وہ کچھ دیر اس کی ڈی پی کو گھورتی رہی پھر اسٹیٹس بار کھول کر اسٹیٹس دیکھنے لگی۔

صفوان نے گاڑیوں سے مہنگی ہیوی بائیکس کی تصویریں لگائی ہوئی تھیں۔ آخری تصویر میں وہ اپنی ہیوی بائیک پر پیک ہو کر بیٹھا وکٹری کا نشان بنا رہا تھا۔

صفوان کے بعد اس کی کولیگ گل کا اسٹیٹس شروع ہو گیا۔ میکڈونلڈ میں چھری کانٹوں کے ساتھ کھاتی فیملی۔ عرشی کے ذہن میں اپنا گھر اور رشتے دار آ گئے، کانٹے تو ایک طرف چمچہ تک نہ لینے والے۔ لتھڑے ہاتھوں سے بوٹیاں کھینچ کھینچ کر توڑتے ہوئے۔ چکنے ہاتھوں سے گلاس پکڑ کر گلاس چکنا کر دینے والے۔ عرشیہ کو یاد تھا جب بھی گھر میں کوئی تقریب ہوتی اسٹیل کے گلاس ڈھونڈ ڈھونڈ کر رکھے جاتے کیونکہ شیشے کے تو عموماً دو چار گلاس چکنے ہاتھوں سے گرا کر توڑ دیے جاتے تھے۔

اسے ثریا میم کا کچن اور برتن یاد آ گئے۔ ایک سے بڑھ کر ایک کراکری کے سیٹ رکھے تھے۔ وہ لوگ گھر میں جن برتنوں میں کھاتے تھے ویسے تو سفینہ کے جہیز میں بھی نہ دیے گئے تھے۔

سفینہ کا خیال آنے پر اس کی ذہنی رو سفینہ کی طرف مڑ گئی۔ ابھی تک ننھیال و ددھیال میں سفینہ ہی تھی جو نیوٹی کالونی میں شادی ہو کر گئی تھی۔ جس کے سسرالی برانڈ کے کپڑے پہنتے تھے اور تو اور آئے گئے مہمان کو ہوٹل میں کھانا کھلاتے تھے۔ سہیل مکمل مہذب لباس (عرشی کے خیال میں مہذب لباس) پہنتا تھا۔ ٹو پیس کے ساتھ میچنگ ٹائی اور اچھے خاصے قیمتی جوتے۔ سفینہ کے سسرال جیسا تو ان کے دور دور تک رشتہ دار نہیں تھا۔

''اللہ جی سہیل بھائی کا رشتہ تو دشمنوں کو دے دیا، اب یہ صفوان والا تو مجھے دے دو یا میرے لیے یہ بوٹا فرام دھوپ سڑی گلی ہی بچا کر رکھنا ہے۔''

عرشی نے چھت دیکھ کر اللہ کو یوں مخاطب کیا جیسے اللہ اور وہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں۔ دفعتاً اسے صفوان کے انسٹاگرام پہ اسٹوری ڈالنے کا نوٹیفکیشن ملا تو اس نے انسٹاگرام کھول لیا۔ واٹس ایپ اسٹیٹس کی طرح یہاں بھی سب کی ہائی کلاس قسم کی پوسٹس اور اسٹوریز تھیں۔ وہ اپنی کولیگ کی منگنی کی تصویریں دیکھنے لگی۔ ہال دیکھ کر ہی اس کا مورال ڈاؤن ہو گیا لیکن خود پر جبر کر کے اس نے تصویریں دیکھنا جاری رکھا۔ ڈیکوریشن، لباس اور طور طریقے اس کا ارادہ مزید پختہ کر گئے کہ شادی ماڈل ٹاؤن میں ہی کرنی ہے۔

ماڈل ٹاؤن میں اس کے پاس آپشن صرف صفوان تھا۔ وہ صفوان جس نے چھ مہینے اس کے ساتھ رات دن ایک کر کے بات چیت کی تھی اب اس کے میسج دیکھ تک نہیں رہا تھا۔

عرشیہ نے آنکھیں بند کیں اور اپنا آخری داؤ کھیلنے کے بعد کا نفع نقصان سوچنے لگی۔ داؤ چل جاتا تو نفع ہی نفع تھا، نقصان تو صرف اتنا تھا کہ عزت نفس نہیں بچنی تھی۔ عزت نفس کے بغیر میں کیسا محسوس کروں گی؟

اس نے سوچنے کی کوشش شروع ہی کی تھی کہ زبیدہ آ گئیں۔

''عرشی میرے ساتھ بازار تو چلو، نورین اور اس کے بیٹے کے لیے کچھ خرید لائیں۔ آپا کا پہلا پہلا نواسہ ہے، بار بار سوا مہینے کا ذکر کرتی ہیں۔ اگلے اتوار چھلہ وداع کر دیں گی۔''

''تو امی اگلے اتوار تک ٹائم ہے نا، اتوار سے پہلے کسی بھی دن لے آنا۔''

''پھر تم کہو گی میں تھکی ہوئی ہوں میں اب بازار نہیں جا سکتی۔''

''تائی امی کو لے جائیں آج کل تو وہی آپ کی لاڈلی ہیں۔ آپ ان کا سایہ وہ آپ کا سایہ بنی ہوئی ہیں، مجال ہے آپ مجھے کبھی گھر میں نظر آ جائیں۔''

''توبہ ہے عرشی! ہر وقت بغض بھرا رہتا ہے دل میں، بس کر دو اب وہ پرانی باتیں ہو گئی ہیں۔ سفینہ کے غم نے آپا کو سر سے پاؤں تک تبدیل کر دیا ہے۔''

''امی! پتا نہیں آپ کیسے یقین کر لیتی ہیں، مجھے یقین نہیں ہے۔ آپ کو پتا ہے وہ جھوٹ بولتی ہیں۔ سفینہ کی سسرال کے بارے میں بھی جھوٹا پروپیگنڈا پھیلا رکھا ہے انہوں نے۔ صرف اس لیے کہ کوئی دوسرا بھی اپنی بیٹی کی شادی اچھے گھر میں نہ کر لے اور خاص طور پر آپ میری شادی کسی اچھی جگہ نہ کر دیں۔ حسد کرتی ہیں وہ، کسی دوسرے کی بیٹی کو اپنی بیٹی کے برابر نہیں دیکھنا چاہتیں اس لیے جھوٹی باتیں پھیلاتی رہتی ہیں۔ ہمیں نیچا دکھانے کے لیے ہی بوٹے کے رشتے کی فیور کر رہی ہیں، آپ سمجھتی ہی نہیں۔''

زبیدہ نے کھڑاک سے اس کے آگے ہاتھ باندھ دیے۔ ''بس کرو میری ماں تیار ہو جاؤ۔''

''نہیں، آپ تائی کو ہی ساتھ لے کر جائیں۔''

''عرشیہ! مجھ سے غلطی ہو گئی، میں اپنے کیے پر پچھتاتی ہوں۔ صحیح کہتے ہیں سیانے، بڑھاپے میں خاندان کے سارے بوڑھے ایک ہو جاتے ہیں۔ لیکن بچوں کے دل میں بچپن سے جوانی تک ڈالی ہوئی نفرت ان کے بڑھاپے میں مزید پکی ہو جاتی ہے۔ پھر میری اور تمہاری تائی کی طرح چاہے جتنا مرضی اخلاص کا یقین دلاؤ۔ بچے یقین ہی نہیں کرتے۔''

حسب سابق وہ نصیحتوں پر چڑ گئی۔

''امی! یہ مارننگ شو کے میزبانوں کی طرح نصیحت نہ کریں، میں تیار ہو جاتی ہوں، بازار جانے کے لیے۔''

کافی عرصے سے اس نے اصول بنا لیا تھا گھر والوں کے ساتھ جہاں بھی جاتی، عبایا پہن کر مکمل نقاب کر کے نکلتی تھی تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔ اسے بہت ڈر لگتا تھا کہ کوئی اسے بازار کی چھوٹی موٹی دکان اور ریڑھیوں پر سے ماں کے ساتھ شاپنگ کرتے دیکھ کر پہچان نہ لے۔ برانڈز پر وہ بڑے اہتمام سے دوپٹہ سیٹ کر کے ہینڈ بیگ کلائی میں لٹکا کر سہیلیوں کے ساتھ جاتی تھی۔

زبیدہ نے جب آٹو کے بجائے چاند گاڑی کو ہاتھ دیا تو اسے مزید کوفت ہوئی۔

''امی! بازار تک جانے کے لیے آٹو ہی کروا لیتے، اسی لیے میں کہہ رہی تھی، تائی امی کو ساتھ لے جائیں۔''

''تائی امی کو ساتھ لے جاتی تاکہ تمہاری پھوپھیوں کو بھی پتا چل جاتا کتنے پیسے میں اپنے خاندان پر لٹا رہی ہوں۔''

''دیکھا، دیکھا آپ کو بھی کون سا ان پر اعتبار ہے۔''

''عرشی! ہر بات سے اپنے مطلب کی نہ نکالا کر۔ مجھے تیری فکر ہونے لگتی ہے۔ میں نے اکلوتی اکلوتی کر کے تجھے بگاڑ دیا ہے۔ کچھ سختی رکھی ہوتی، شاہدہ بھابھی کی طرح بیٹی کو گھر کے اندر ہی رکھا ہوتا تو آج بات بات پر تیری تنقید نہ سہہ رہی ہوتی۔ آپا ٹھیک کہتی ہیں، تجھے دماغ والے ڈاکٹر کو دکھانا چاہیے۔''

''کمال ہے امی آپ بات کہاں سے کہاں لے جاتی ہیں۔ اعتبار کی بات ہو رہی تھی۔''

''چلو وہی سہی، مجھے شاہدہ بھابھی پر اعتبار ہے پر اپنی عادت سے مجبور ہوں۔ برسوں کی بد عادت

جاتے جاتے جائے گی۔''

چاند گاڑی پر وہ دو ہی تھیں اس لیے آزادانہ گفتگو کر رہی تھیں جوں ہی روڈ کے کنارے کھڑے آدمی نے ہاتھ دے کر رکشہ رکوایا۔ عرشیہ نے ماں کو ہاتھ پکڑ کر اتار لیا۔

زبیدہ نے اس کے بار بار ''چلو تو سہی'' کہنے پر رکشے والے کو کرایہ دیا اور عرشی کے پیچھے چلنے لگی۔

عرشی کا رخ بے بی شاپ کی طرف دیکھ کر راستے میں ہی ہاتھ کھڑے کر لیے۔

''نہ بابا! ہم نے نہیں اس میں جانا مجھے پتا ہے، یہ کتنی مہنگی ہے ادھر سے جتنے کا ایک سوٹ آتا ہے اتنی قیمت میں بازار سے تین آجائیں گے۔''

''امی! دیکھنے میں کیا حرج ہے کھلونے اور بچوں کی باقی اسیسریز بھی بہت پیاری ہوتی ہیں، کیا پتا کوئی پسند آجائے۔''

''لو بھلا، اتنی مہنگی دکان میں بھی کوئی ناپسند کرنے والی چیز ہوتی ہے؟ عرشی جیب کی بات ہوتی ہے بیٹا۔''

آدھا گھنٹہ شاپ میں ایک ایک چیز ہاتھ سے پکڑ کر دیکھ کر، بالآخر زبیدہ باہر نکل آئیں۔

بازار پہنچ کر زبیدہ ہر چیز میں عرشی کی مرضی پوچھنے کی کوشش کرتی رہیں لیکن وہ سوائے ہوں ہاں کے کچھ بول کر نہ دی۔ موڈ ہی اتنا خراب ہو چکا تھا۔ واپسی پر اس کی پسند کے پوائنٹ سے دہی بھلے کھلانے پر اس کا موڈ کچھ بہتر ہوا تھا۔ ساتھ ہی ماڈل ٹاؤن شادی کا خیال بھی پکا ہوا تھا۔

گھر پہنچنے پر معلوم ہوا کوثر اور اس کی صاحبزادی فاخرہ آئی ہوئی ہیں۔ دونوں ماں بیٹی کے اوپر پہنچنے سے پہلے عرشیہ نے شاپنگ جستی ٹرنک میں چھپا کر نام و نشاں مٹا دیا۔ آخر کو اسے اس کام کا برسوں پرانا تجربہ تھا۔

کوثر اور فاخرہ کے اوپر پہنچتے ہی زبیدہ نے ٹیپو کو برگر اور کولڈ ڈرنک لانے دوڑا دیا۔ فاخرہ شوق سے ڈیو پیتی تھی۔

''اور سنائیں چھوٹی بھابھی؟''

''اللہ کا کرم ہے کوثر۔''

''سنا ہے مقصود بھاء نے بوٹے کے لیے اپنی عرشی کا رشتہ پوچھ پوچھ کر جوتے گھسا لیے۔''

''آ، ہاااں.....'' زبیدہ کو اقرار کرتے ہی بنی۔ انہیں خبر تھی شاہدہ نے معاملہ سبھاؤ سے بتایا ہوگا باقی کی کسر کوثر خود نکالنے کی ماہر تھی۔ نہ بتاتی تو محلے والے بتا دیتے کہ وہ محلے میں حاضری ضرور لگاتی تھی۔

''پھر کیا سوچا ہے چھوٹی بھابھی؟''

''ابھی تو کچھ نہیں سوچا، سلیم کو فرصت ہو تو مل بیٹھ کر کوئی فیصلہ کریں۔''

''آپ تو مجھے آدھی رضامند لگ رہی ہیں۔ یقیناً یہ کمال شاہدہ بھابھی نے کیا ہوگا۔ چار گھنٹے پاس بیٹھ کر ہی مجھے اندازہ ہو گیا ہے، وہ سر سے پیر تک عرشی کا رشتہ بوٹے سے کروانے پر تلی ہوئی ہیں۔ بڑی بھابھی کی شروع سے عادت ہے اپنے اور اپنی اولاد کے لیے ہر شے اعلا سے اعلا چاہیے۔ دوسروں کا کہتی ہیں کہیں کسی کھوہ (کنویں) میں گر جائیں۔''

''ارے نہیں! کوثر ایسی بات نہیں۔''

''ایسی ہی بات ہے بھابھی! مجھے پتا ہے آپ دونوں کی صلح ہے، اب آپ دونوں ایک دوسرے کو فرشتہ سمجھتی ہیں۔''

اس سے پہلے کہ زبیدہ کوئی جواب دیتیں نیچے سے نور بلانے آ گئی۔

''چچی! امی نے کہا ہے سب کھانا اکٹھے کھائیں گے ہم بنا رہے ہیں آپ بتائیں اوپر لے کر آئیں یا آپ سب نیچے آئیں گے۔''

''ارے نہیں نہیں۔ ہم لوگ نیچے آئیں گے، اوپر کا ہے کو لے کے آنا۔ بلکہ تم چلو، میں اور کوثر بھی آتی ہیں کون سا مہمان ہے، مل کے بناتے ہیں۔''

پھر زبیدہ بیگم نیچے کھانا بنانے میں مدد کرنے چل دیں لیکن کوثر ٹھس ہو کر بیٹھ رہی۔ جیسے ہی زبیدہ نیچے پہنچی کوثر اور فاخرہ کو موقع مل گیا، عرشیہ کی برین واشنگ کرنے کا۔ شروع سے یہی ہو رہا تھا، عرشیہ بھی

پھوپھو اور کزن کے ساتھ مل کر عرشی، سفینہ کی اگلی پچھلی خامیاں دہرانے لگی۔

''عرشی! تمہیں تو پتا ہے تمہاری ماں سدا سے بھولی ہے اگر اماں اور میں زبیدہ بھابھی کا ساتھ نہ دیتے تو شاہدہ بھابھی نے سلیم بھائی کے کان بھر بھر کر کب سے ان کو گھر سے نکلوا دینا تھا۔ اب بھی دیکھ لو تمہارے لیے آیا رشتہ سفینہ کے لیے ہتھیا لیا۔ اتنی تمہاری سگی ہے تو سفینہ کا ایک دیور بھی ہے اس کے ساتھ تمہارا رشتہ کروا دے۔ پرنا جی۔ اس گھر میں جا کے تم سفینہ کے برابر ہو جاؤ گی۔ اس لیے نہیں کروا رہی۔ ورنہ کیا میری فاخرہ اس کو نظر نہیں آتی، چلو تمہارا نہیں تو فاخرہ کا ہی کروا دیتی۔ میں تمہیں بتا رہی ہوں، سفینہ کے سسرال کو ہم سب کے سامنے برا اس لیے بنایا ہوا ہے تاکہ ہم یہ نہ کہہ دیں، ہماری بیٹی کا رشتہ سفینہ کے دیور کے ساتھ کروا دو۔ میں بڑی بھابھی کے سارے چلتر سمجھتی ہوں۔''

''ہاں امی! آپ سے زیادہ بڑی مامی کو کون جان سکتا ہے آپ نے ہی ان کے ساتھ زیادہ وقت گزارا ہے، چھوٹی مامی سے بھی پہلے سے آپ کا واسطہ ہے ان کے ساتھ۔'' فاخرہ نے ہاں میں ہاں ملائی تو عرشی نے بھی سر ہلایا کہ باتیں تو کوثر اس کے دل کی کر رہی تھی۔

''سارے محلے میں بیٹھ کر آئی ہوں، سب سے بڑی بھابھی یہی کہتی ہیں جیسا سفینہ کا سسرال ہے۔ ایسا کسی کا نہیں ہے ہمیں کہتی ہے، وہ لوگ بہت برے نکلے۔'' یہ بات تو عرشیہ کو بھی بہت کھٹکتی تھی۔

''دوپہر کو میں نے کہا مجھے اور فاخرہ کو سفینہ کے ہاں لے چلو، مانی نہیں۔'' کہنے لگی سفینہ خود آ کر مل جائے گی۔''

''امی، بڑی مامی نہیں چاہتیں سفینہ کا دیور اور سسرال والے مجھ پر غور کریں۔'' فاخرہ نے ایک ادا سے نئے کٹوائے بالوں کی لٹ پیچھے پھینکی۔

''ارے میں کون سا باؤلی ہوں، سب سمجھتی ہوں۔ دیکھ لینا اپنی نور کو ہی بار بار ادھر بھیجتی رہے گی۔ تاکہ وہ نور پر بھی غور کر لیں۔ ہماری بیٹیوں کے لیے..... حق ہا.....'' کوثر نے لمبی بھر کر سلسلہ کلام پھر جوڑا۔

''مجھے جب سے پتا چلا علیم بھائی اور شاہدہ بھابھی مل کر تمہیں بلقیس کملی کی بہو بنانے پر زور دے رہے ہیں، اتنا دکھ ہوا۔ کہاں ہماری عرشی، ڈاکٹروں کی طرح کپڑے پہنتی ہے، ایکٹروں کی طرح باتیں کرتی ہے، ایکٹرو کی طرح سوہنی ہے۔ بلقیس جیسی ساس تو اس کی شوہی مار دے گی۔''

''امی! بوٹا کون سا فواد خان لگتا ہے، وہ بھی تو ایویں سا ہے۔''

عرشی چپ چاپ سنے جا رہی تھی کہ نیچے سے ان تینوں کے لیے پکاریں پڑنے لگیں۔

☆☆☆

''ارد گرد سب سفینہ کے سسرال سے متاثر ہیں۔ اگر میری شادی صفوان سے ہو جائے تو.....''

اس کا تصور اسے ہر ایک کو خود پر رشک کرتے دیکھ رہا تھا حتیٰ کہ سفینہ کا سسرال بھی متاثر نظر آ رہا تھا۔ اس نے آخری داؤ کھیلنے کا فیصلہ کر کے فون اٹھا لیا۔ عزت نفس کے بدلے کلاس بدل لینا، دوسروں کو رشک میں مبتلا کر دینے کا سودا مہنگا نہیں تھا۔ ترقی قربانی دے کر ہی کی جاتی ہے۔ اس کی نظر میں اپنا طبقہ بدل لینا ہی ترقی تھی۔

عرشیہ نے نیچے والے گھر میں جھانک کر ایک بار پھر سے تسلی کی کہ کوئی اوپر آنے والا موجود تو نہیں..... حالانکہ اس کی ماں سمیت سب کوثر اور فاخرہ بھی اس کے سامنے ہی ساتھ بازار گئی تھیں۔ اس نے اسکول میں تھکان ہو جانے کا، بہانا کر کے گھر پر رہنے کو ترجیح دی تھی۔ اب گھر میں رہنے کے مقصد کو حاصل کرنے کا وقت تھا۔

عرشیہ نے کال ملائی، دوسری بیل پر فون اٹھا لیا گیا، وہ پہلے سے تیار تھی۔ اس نے پلان کے مطابق پہلا جملہ بولا۔

''صفی! تم میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہو؟

میں مرجاؤں گی تم دیکھ لینا۔"

اب وہ مصنوعی آوازیں نکال کر رو رہی تھی۔

"رونا بند کرو عرشی! پلیز اسٹاپ اٹ۔"

عرشی نے ہچکیاں بندھنے کی اداکاری شروع کی۔

"میں کبھی نہ کہتی مجھے تم سے کتنی محبت ہے لیکن تمہارے مسلسل اگنور کرنے نے مجھے پہل کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔" وہ سسکی۔

دائیں دیوار کے پار بستی محبت ہوا کے دوش پر سلیم ہوٹل والے کے چوبارے کی منڈیر پر آ بیٹھی۔

"صفی! میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں، تمہارا اگنور کرنا برداشت نہیں کر سکتی۔"

منڈیر پر بیٹھی محبت نے نفرت بھری نظر اس برتی آلے پر ڈالی جس نے لاکھوں لوگوں کو اس کی توہین پر لگا رکھا تھا۔

"عرشیہ! مجھے ڈانٹنے کی ضرورت نہیں، میں جانتا ہوں تم کس لیے محبت کا کہہ رہی ہو۔ ہماری دوستی تھی، دوستی بھی بھی ختم ہو جاتی ہے۔"

"ایسے کیسے ختم ہو سکتی ہے۔"

"فری تھا تو ٹائم پاس کرنے کے لیے تم سے دوستی کر لی۔"

"میں نے دوستی نہیں کی تھی، میں نے محبت سمجھا تھا اسی لیے تو مجھے شدید والی محبت ہو گئی۔"

"بکواس نہ کرو، مجھے دوسرے دن ہی پتا چل گیا تھا، تم کتنی مادہ پرست ہو۔ میرے ساتھ بات چیت کی وجہ بھی تمہارا لمبا ہاتھ مارنے کا ارادہ تھا، یہی مسئلہ ہے تم غریب لوگوں کا..... ذرا سی لفٹ کرا دو، گھر کا فرد بننے کے خواب دیکھنے لگتے ہو۔"

اب کے عرشی کو عزت نفس کے جانے پر سچ میں رونا آ گیا تھا۔ وہ سچ مچ رو پڑی۔

"صفوان! تم نے مجھے خواب دکھائے تھے۔"

"تم ہمارا گھر اور اسٹیٹس دیکھ کر پہلے دن سے مجھ پر ریجھ گئی تھیں۔ میں نے تو کبھی نہیں کہا میں تم سے محبت کرتا ہوں یا میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

عرشیہ کی سسکیاں بلند ہو گئیں۔

"بند کرو یہ ڈرامے، آئندہ مجھے کال کرنے کی ضرورت نہیں۔"

عرشی کا دل چاہا کہے، اب تو اصلی رو رہی ہوں ڈرامے تو پہلے کیے ہیں۔ لیکن جواب اس نے کچھ اور دیا۔

"میں میم کو بتاؤں گی، ان کا بیٹا مجھ سے چھ مہینے بات کرتا رہا ہے۔" عرشی نے آخری پتا بھی پھینک دیا تھا کہ وہ حسرت نہ رکھنا چاہتی تھی۔

"اس سے پہلے ہی میں تمہارے باپ کو تمہارے میسجز اور اس کال کی ریکارڈنگ ہوٹل پر پہنچا کر آتا ہوں۔ تمہیں کیا لگتا تھا، ہمیں تمہارے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ ماما کو مجھے اور اسکول میں بھی سب کو معلوم ہے کہ تم کس محلے سے ہو اور تمہارا باپ کیا کام کرتا ہے۔ تندور پر روٹی لگانے والے کی اولاد..... احساس کمتری کی ماری غریب لڑکیاں ایک جیسی ہوتی ہیں۔ راتوں رات اپنا اسٹیٹس بدلنا چاہتی ہیں۔ تم پہلی لڑکی نہیں ہوں، تم سے پہلے بھی تین اسی طرح مجھ سے محبت کا دعوا کر چکی ہیں تاکہ وہ ہمارے بنگلو میں شفٹ ہو سکیں۔ ایلیٹ کلاس بن سکیں۔"

"شٹ اپ، تم میرا مذاق اڑانا بند کرو۔ میرا باپ تندور والا نہیں ہے۔"

"تم محبت کا ڈرامہ بند کرو گی؟"

"یہ ڈرامہ نہیں ہے۔" اب کے عرشیہ نے کھوکھلے لہجے میں اپنے جھوٹ کا دفاع کرنا چاہا۔

"میں نے کبھی کسی لڑکے سے بات نہیں کی، تم پہلے لڑکے ہو جو میری زندگی میں آئے، جس سے میں نے ساری ساری رات بات کی ہے۔ سارا دن بات کی ہے، جس کے بارے میں، میں نے ہر وقت سوچا ہے۔ اب جب مجھے تمہاری ضرورت ہے، تم مجھے اگنور کر رہے ہو۔"

"دیکھو عرشی! میرے ساتھ یہ ڈرامے بازی بند کرو۔ میرا ٹائم بہت قیمتی ہے۔ میں تمہاری طرح دوسروں کے کندھوں پر بندوق رکھنے والا انسان نہیں

ہوں۔ میری اسٹڈیز شروع ہو چکی ہیں۔ یہ جو تم مجھے بتانا چاہتی ہوں کہ تمہارا رشتہ آیا ہوا ہے اور تم اس کے ساتھ مجھ سے محبت کی وجہ سے شادی نہیں کرنا چاہتی ہو تو یہ مجھے تم سے پہلے بھی تمہاری کلاس کی تین لڑکیاں بتا چکی ہیں۔ وہ ذہین تھیں ان کو میں نے مشورہ دیا تھا کہ اسٹیٹس بدلنا ہے تو اپنی پڑھائی پر فوکس کرلو۔ لیکن تمہیں میں اتنا جان گیا ہوں، تمہیں صرف امیر ہونے کا شوق ہے، تم میں ترقی کرنے کے، پیسہ کمانے کے گٹس ہی نہیں ہیں۔ اسٹڈی میں تم ایوریج ہو۔ محنت سے تم جی چراتی ہو تمہاری کلاس کا رزلٹ بھی پورا نہیں آیا تو باقی کیا کرو گی۔ تمہیں اپنے فادر یا ہسبینڈ پر ساری زندگی ڈیپینڈ کرتے رہنا ہے۔ پیرا سائٹ لوگوں سے مجھے نفرت ہے پھر بھی میرے پیچھے پڑی رہیں تو میں اور ماما تم لوگوں کے گھر آ کر تمہاری ذہنی بیماری کا علاج کر کے جائیں گے۔ تم جانتی ہو، ماما ایسا کر سکتی ہیں۔ اب تمہیں بلاک کر رہا ہوں۔ نمبر بدل کر تنگ کرنے کوشش کی تو میں اپنی بات پر عمل کروں گا دھمکی مت سمجھنا۔''

وہ فون ہاتھ میں پکڑے اسکرین کو تکتی رہ گئی۔ اقرار محبت کے ڈرامے سے پہلے اسے لگ رہا تھا یہ تیر نہ چلا تو زیادہ سے زیادہ بریک اپ ہی ہو جائے گا لیکن اب اسے جانے کون کون سے خیالات آ رہے تھے۔ وہ زاویے نظر آ رہے تھے جو اس سے پہلے دماغ نے دکھائے ہی نہ تھے۔

''یا اللہ یہ میں نے کیا کرلیا، ماڈل ٹاؤن، بنگلہ گاڑی، برانڈڈ شاپنگ اور پھر ان سب کا سوشل اسٹیٹس لگا کر لوگوں کی جلانے کی خواہش اتنی شدید کیسے ہو گئی تھی جو مجھے اپنا آپ نظر ہی نہ آیا۔ میں پیرا سائٹ ہوں، یہ سچ ہے لیکن یہ تو صرف مجھے معلوم تھا کسی دوسرے کو کیسے پتا چل گیا۔ مجھے محنت کرنا پسند نہیں، سب کچھ بنا بنایا چاہیے۔ یہ مجھے پتا ہے، صفوان کو کیسے پتا چلا۔''

وہ صفوان کے دکھائے ہوئے شیشے میں، اپنا عکس دیکھ کر دھواں دھار رو رہی تھی۔ اب ڈرامے بازی دور کھڑی ہنس رہی تھی۔

چھوٹا سا شہر ہے، مستقبل میں کہیں نہ کہیں تو صفوان سے سامنا ہوتا رہے گا۔ مجھے دیکھ کر وہ پھر سے اپنے دوستوں میں میرا مذاق اڑایا کرے گا۔ اس کی کنپٹیاں پھٹنے والی ہو گئیں۔

''یہ امیر لوگ اور ان کے فون..... اف.....''

عرشی نے اپنے فون کو ماتھے سے لگا کر تصور کا سرپٹ دوڑتا بے لگام گھوڑا روکنا چاہا پر کامیابی نہ ہوئی۔

وہ دو بچوں اور اپنی کلاس کے مرد کے ساتھ ریڑھی سے بالکل اپنی ماں کی طرح جانگیے اٹھا اٹھا کر دیکھ رہی تھی۔ جیسے زبیدہ نے نورین کے بیٹے کے لیے ریڑھیوں اور کم نرخوں والی دکان سے شاپنگ کی تھی اسی طرح وہ بحث کر کے نرخ کم کرانے کی کوشش کر رہی تھی جب ہیوی بائیک اس کے سامنے رکی۔ صفوان اپنے دوستوں کو اشارے کر کے اس کا شوہر اور بچے دکھانے لگا۔

''یار! یہ عورت مجھ سے محبت کرتی تھی، میرے ساتھ رات دن بات کرتی تھی۔ یہ عورت محبت کا ڈرامہ کر کے ہم امیروں میں گھسنا چاہتی تھی۔ اب دیکھو، شادی کسی اور سے کر کے کھڑی ہے۔ کیسا بے غیرت ہے اس کا شوہر..... ٹھہرو، میں تمہیں اس کی فون کالز کی ریکارڈنگ سناتا ہوں میرے فون میں ہے۔ ارے یار لیپ ٹاپ میں ہے۔''

عرشی کے بدن پر کپکپی طاری ہو چکی تھی۔ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی۔

''اسٹاپ اوور تھنکنگ، عرشی! بہت زیادہ سوچنا بیماری ہے تم جانتی ہو۔ کالج میں میم نے اوور تھنکنگ روکنے کا کیا طریقہ بتایا تھا۔ کچھ تو بتایا تھا۔'' اس نے ذہنی رو دوسری سمت لگانی چاہی، جب آنکھ کھلی تو چوک والے کلینک میں ڈرپ لگوا کر لیٹی ہوئی تھی۔ سارا گھر اس کے بیڈ کے دونوں طرف رکھے بینچوں پر بیٹھا تھا۔

☆☆☆

بہار کی آمد آمد تھی لیکن اس کے دل پہ چھائی خزاں کسی طور رخصت ہونے کا نام نہ لے رہی تھی۔

تین ہفتے ہو چلے تھے اس نے میسج کر کے اچانک اسکول چھوڑا تو میم نے مہینہ پہلے بتانے والے اصول کو توڑنے کی وجہ سے مہینے کی تنخواہ نہ دینے کا بھی بتا دیا۔ اسے پروا کب تھی، اسکول جانے پر اس کا سامنا بھی ہو سکتا تھا، یہ رسک وہ لینا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے گھر بیٹھ کر ہی پرنسپل کو میسج کر دیا جوابی میسج وصول کر کے فون پھر سے بند کر چکی تھی۔ بخار کے دنوں میں بلقیس اور مقصود بھی روزانہ رات کو پتا کرنے آتے رہے، اب بخار نہیں تھا پھر بھی وہ اسٹور میں بچھے پرانے جھلنگا پلنگ پر اٹوائی کھٹوائی لیے پڑی رہتی تھی۔ دروازے کی آواز پر اس نے رخ موڑ کر دیکھا۔ ماں ہاتھ میں کھانے کی پلیٹ پکڑے کھڑی تھی۔

''عرشی! ادھر بہت اندھیرا ہے، دوسرے کمرے میں چلو، میں نے تم سے بات کرنی ہے۔''

''امی! میں نے کوئی بات نہیں کرنی۔''

''تم کیا چاہتی ہو عرشی! میں مر جاؤں؟ اکلوتی بیٹی کی وجہ سے میں نے تم سے حد درجہ پیار کیا، یہ میری غلطی ہے۔ اسی پیار نے تمہیں اس حال میں پہنچا دیا۔''

''کیا مطلب ہے..... کس حال میں امی؟''

''تم ادھر برآمدے میں تو چلو، میں تمہارا چہرہ دیکھ کے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

ماں کے اصرار پر عرشی برآمدے میں چارپائی پر آ بیٹھی۔ زبیدہ نے اطمینان کے لیے ایک بار پھر سے نیچے سیڑھیوں کے دروازے کو دیکھا کہ آیا بند بھی ہے۔ پھر مطمئن ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''عرشی! میری بچی! مجھے سچ بتا دو، کہیں کوئی ایسی غلطی تو نہیں کر بیٹھی جو ہمیں زندہ درگور کر ڈالے۔ تمہارا ایک پل فون کے بغیر گزارا نہیں تھا، اب تم نے بند کر رکھا ہے۔ کسی کے پاس تمہاری تصویریں ہیں یا کچھ ''ایسا ویسا'' ہے جس کی وجہ سے کوئی بلیک میل کر رہا ہے؟''

زبیدہ بہتی آنکھوں سے بیٹی کے ہاتھ پکڑے پوچھ رہی تھیں عرشی ان کے انداز پر خود بھی رو پڑی۔

''نہیں امی! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ مجھے ایسا سمجھتی ہیں؟''

''پہلے نہیں سمجھتی تھی لیکن جب سے میں نے نوٹ کیا تم کسی لڑکے سے بات کرتی ہو، تب سے مجھے تمہاری طرف سے دھڑکا ہی لگا رہتا ہے۔''

''تو امی! آپ مجھے روک دیتیں۔''

''کیسے روکتی، میرے روکنے سے تم رک سکتی ہو؟ تمہیں میں نے اتنا ہٹ دھرم بنا دیا ہے کہ تم سے خود ڈرنے لگی ہوں۔ اسی ڈر کی وجہ سے میں تمہاری شادی جلد سے جلد کرنے کی خواہش مند ہوں۔ اسی لیے میں تمہیں روک نہیں رہی تھی۔ مجھے پتا ہے تمہیں کن لوگوں میں شادی کرنے کا شوق ہے۔ میں سوچتی تھی کیا پتا وہ لڑکا واقعی تم سے شادی کر لے۔ تمہاری خواہشیں پوری ہو جائیں، ماڈل ٹاؤن کے لوگ اان جیسی زندگی، ان جیسی شاپنگ، ان جیسے طور طریقے تمہاری خواہش ہے نا۔ میں جانتی ہوں تمہاری یہ خواہشیں پوری کرنا میرے بس میں نہیں ہے اس لیے جان بوجھ کر کوتاہی کر رہی تھی کہ شاید تم خود اپنے خواب ''اس طرح'' پورے کر لو کوئی ماڈل ٹاؤن والا تمہاری شکل صورت سے سچی محبت کر لے۔ پر اب مجھے لگتا ہے، تم اس رستے پر چلتے کوئی سنگین غلطی کر بیٹھی ہو۔''

زبیدہ منہ میں کپڑا ٹھونس کر اپنی آواز بند کر کے رونے لگیں۔ عرشی ان سے لپٹ گئی۔

''نہیں امی! میں نقصان سے بچ گئی ہوں۔''

زبیدہ نے بیٹی کا چہرہ بغور دیکھا پھر پرسکون ہوتی گئی۔

''پھر کیا بات ہوئی ہے؟''

''امی! صفوان ثریا میم کا ہی بیٹا تھا.....'' اور پھر سب بتا کر وہ سسکیاں لینے لگی۔

''سفینہ، نور، فاخرہ..... امی! کسی کو بھی میری طرح امیر بننے کا، اسٹیٹس بدلنے کا اور ماڈل ٹاؤن شفٹ ہونے کا جنون نہیں ہے پھر مجھے کیوں ہے؟ میں اتنی مادہ پرست کیوں ہوں، وہ تو صفوان اچھا تھا

اگر وہ برا ہوتا تو مجھے کہیں بھی بلاتا، میں اس سے ملنے پہنچ جاتی۔ پھر آپ کے سارے خدشے درست بھی ہو سکتے تھے۔''

زبیدہ نے بیٹی کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ عرشی کی آنکھیں خاموش آنسو بہاتی رہیں۔

''میں پڑھی لکھی تو نہیں اگر پڑھی لکھی ہوتی تو تجھے کچھ سمجھاتی، میں تو بس اتنا جانتی ہوں کہ یہ اللہ کی تقسیم ہے میں اس پر خوش ہوں تم بھی خوش ہو جاؤ۔ تیرا باپ رات دن جان توڑ محنت کر کے تمہیں لقمہ حلال کھلاتا ہے۔ میں اس کی کمائی میں سے پائی پائی، جوڑ کر تمہارے اور تمہارے بھائیوں کے لیے بچت کرتی ہوں۔ ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ ہم اس محلے کے ہیں، ہم یہاں خوش ہیں۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا، اب یہ ساری باتیں سوچنا چھوڑ دو۔ قناعت پکڑو بس۔ پہلے کی طرح خود پر توجہ دو میں بتول کو بلاؤں گی، اسے کہوں گی ماڈل ٹاؤن کا نہ سہی سفینہ کی طرح کوئی دفتر والی نوکری کرتا لڑکا دکھائے۔ ضروری تو نہیں سفینہ والے اچھے نہیں نکلے تو سارے ہی نوکری والے برے ہو گئے۔''

وہ چپ ہی رہی۔

''اب اٹھو، نہا کر کپڑے بدلو، خود کو بدلو، کوئی نئی ڈش بناؤ۔ نیا سوٹ سلائی کرو اور نہیں تو پارلر سے ہی ہو آؤ۔ تازیہ پوچھ رہی تھی، میں نے کہا بخار جان نہیں چھوڑ رہا۔'' اس نے سر ہلا دیا۔

☆☆☆

اگلے چند ہفتوں میں اس نے خود پر بڑی حد تک قابو لیا۔ اسی دوران بتول کے بارہا چکر ان کے گھر لگے۔ ہر بار وہ پانچ سو ہزار لے کر اور تسلیاں دے کر نکل جاتی۔

ڈھلتی خوشبودار شام میں سارے سوشل ایپ ڈیلیٹ کر کے اس نے نئے سم کارڈ کے ساتھ فون آن کر کے رکھا اور چائے کا کپ اٹھائے دائیں منڈیر کی طرف آ گئی۔ یہ سوشل ایپ اسے بے حد احساس کمتری میں مبتلا کرتے تھے جب ہی جان چھڑا لی تھی آخر کتنی [illegible]لت اور برداشت کرتی۔ عادتاً نیچے والے گھر میں جھانکا تو بوٹا سامنے ہی لکڑی کی میز پر دو تین رجسٹر پھیلائے ادھار، نقد اور بیلنس کے کھاتے بنا رہا تھا۔ وہ چائے کا گھونٹ لے کر اسے بغور دیکھنے لگی۔

نیلی جینز پر سفید اور آسمانی رنگ کے امتزاج کی ٹی شرٹ، پیروں میں باٹا یا شاید کالزا کی وہی کھلے پنجے کی چپل جو وہ بچپن سے اس کے پیروں میں دیکھتی آ رہی تھی۔ نفاست سے تراشے ہوئے بال اور داڑھی مونچھیں، قدرے سفید رنگت۔

اس نے صفوان کو اس کے برابر بٹھا کر دیکھا گویا ماڈل ٹاؤن اور دھوپ سڑی گلی ایک ہی صف میں لا کھڑی کی۔

سر کے اوپر والے حصے پر لمبے بال، کانوں کے پاس والا حصہ گنجا، کلین شیو، دونوں بھنوؤں میں فیشن کے مطابق لگایا گیا کٹ، ڈینم کی جینز اس پر پیروں میں جانے کس برانڈ کے تیس چالیس ہزار کے جوگرز نما بند جوتے اور پاس کھڑی بیوی بائیک۔ صفوان کا قد بت، بوٹے سے کم تھا لیکن بوٹے کا نام ہی عرشی کے کانوں میں چبھنے لگتا تھا۔

ماڈل ٹاؤن اور دھوپ سڑی گلی ایک صف میں کھڑے ہو ہی نہیں سکتے۔ عرشی نے سر جھٹکا تو نیچے بیٹھے بوٹے نے اوپر دیکھ لیا۔ اسے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں اترتے رنگ عرشی کو اوپر سے بھی نظر آ گئے۔

''عرشی! کیا حال ہے اب؟'' بلقیس نے ہمیشہ کی طرح زوردار آواز نیچے سے اوپر پہنچائی۔

''اماں! ایسے نہیں بولتے ان کے گھر جا کر حال پوچھ آئیں۔''

''میں ٹھیک ہوں چاچی، آپ کیسی ہیں؟'' اس نے خالی کپ منڈیر پر رکھ دیا۔

''بوٹے! بیٹھک چیک کر لو، کیسے چمکا دی ہے۔ باقی گھر کی صفائی سویرے آ کر کروں گی۔''

''بوٹے بھائی! اب دیکھو میں نے رگڑ رگڑ کر ساری میل اتار دی ہے، اب تو میرے پیر آپ سے زیادہ چٹے ہو گئے ہیں۔''

سب سے چھوٹا ارحم، غسل خانے سے نہا کر، اپنے بڑے بھائی کے سامنے ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر دوسرا پیر اٹھا کر اسے دکھا رہا تھا۔ بوٹے نے رجسٹر بند کر کے ارحم کے ہاتھ سے تولیہ پکڑ کر اس کا سر خشک کیا۔

''اب کنگھی کر کے آؤ۔''

''پچاس روپے لوں گا۔''

''ہاں پچاس ہی لے لینا۔''

وہ ارحم کی بلیک میلنگ پر مسکرائی تو بوٹے نے جانے کس احساس کے تحت ایک بار پھر اسے سر اٹھا کر دیکھا۔ اسے مسکراتے دیکھ وہ بھی مسکرا دیا تو عرشیہ منڈیر سے پیچھے ہٹ گئی۔

یہ گھر کئی سال سے بوٹے کی دیکھ بھال میں برا بھلا ایسے ہی چل رہا تھا۔ کہ بلقیس کی ذہنی استطاعت محلے سے چھپی تو نہ تھی۔ سو تیلے رشتوں سے اس قدر محبت بوٹے کا کردار محلے میں بہت بلند کرتی تھی لیکن اسے ان خوبیوں کی بجائے پیسہ اچھا لگتا تھا اسے ان باتوں پر بوٹے کی تعریف چبھ جایا کرتی تھی۔

☆☆☆

سفینہ کے ہاں آپریشن سے بیٹی ہوئی تھی جو چند گھنٹے زندہ رہ کر خالق حقیقی کے پاس واپس چلی گئی۔ ایک تو پہلی پہلی اولاد کا صدمہ، اوپر سے بڑے آپریشن کی تکلیف۔ وہ بالکل ہی ہمت ہارے بیٹھی تھی۔ بارہ دن تو شاہدہ جیسے تیسے پورے کر آئیں لیکن اس سے زیادہ بیگانے گھر میں رہنے کی ہمت ان میں نہیں تھی۔

سفینہ کی ساس نے صاف صاف کہہ دیا، آپریشن پر ہی ان کا اتنا زیادہ خرچا ہو چکا ہے اب ملازمہ رکھ کر دینے کی بالکل گنجائش نہیں، اس لیے اپنی بہن کو ہی بلا بانی کے دن وہ پورے کروا جائے۔''

شاہدہ کے لاکھ کہنے پر بھی سفینہ سسرال ہی میں رہی۔

نور نے جانے سے صاف انکار کیا تو زبیدہ نے عرشیہ کو بھیجنے کی ہامی بھر لی۔ شاہدہ اس پر زبیدہ کی بہت شکر گزار ہوئی۔

''امی! آپ کو پتا بھی ہے میں کتنی بیزار ہوں میرا کہیں جانے کو دل نہیں کرتا اور آپ نے کسی کے گھر مہینہ بھر رہنے کی ہامی بھر لی ہے۔''

''پاگل ہو تم، سفینہ کا دیور بھی ہے، اس کے لیے رشتہ دیکھتے پھر رہے ہیں۔ کیا پتا تمہیں دیکھ کر تمہارے لیے رشتہ ڈال دیں۔ تم تو بنی بنائی ماڈل ٹاؤن کی رہنے والی لگتی ہو، انہیں تم جیسے لوگ بڑے پسند ہیں۔ اس لیے مجھے امید ہے وہ رشتہ ڈال دیں گے۔ کیا پتا ان کا دھیان ہی نہ ہو تمہاری طرف، انہوں نے کون سا دیکھا ہے۔ کیسی لگتی ہو، کیسے رہتی ہو۔ جتنے بھی تمہارے مہنگے کپڑے ہیں جو اسکول پہن کر جاتی رہی ہو، وہ سارے سوٹ لے جاؤ۔ بالکل ویسے ہی رہنا جیسے تمہیں رہنے کا شوق ہے۔ میں بھی شاہدہ بھابھی کی طرح خرچا اٹھا لوں گی۔ کم سے کم میری بیٹی کی خواہش تو پوری جائے گی کوئی اور راستہ نہیں مل رہا۔'' زبیدہ نے آہ بھری تو عرشی کو اندازہ ہوا ماں اس سے کتنا پیار کرتی ہے۔

یوں وہ بھرا بیگ اٹھائے نیچے اتری تو نیچے شاہدہ اس کے بیگ سے بڑا کارٹن لیے بیٹھی تھیں۔ کھجور کا پیکٹ، دودھ کے ڈبے، کوکنگ آئل، کالے چنے، رسک، بادام، چائے کی پتی، چینی اور جانے کون کون سا الم غلم۔ حد تو تب ہوئی جب ٹیپو نے گوشت کا شاپر لا کر شاہدہ کی چارپائی پر رکھا۔

''تائی امی! دو کلو سے زیادہ ہی ہے۔ مرغی بڑی تھی، میں نے کہا سارا گوشت مجھے بنا کر دے دو۔''

''چلو اچھا کیا۔ نور! تم کچن سے مضبوط شاپر لا کر گوشت والا شاپر دہرا تہرا کر دو۔''

''عرشی! بیٹا بہن کا خیال رکھنا، وہ بہت کمزور ہو گئی ہے۔'' شاہدہ نے آنکھیں صاف کیں۔ ''یہ خشک راشن تو سفینہ کے کمرے میں ہی رکھنا۔ جتنا ہو سکے ان کی نظر سے بچانے کی کوشش کرنا ورنہ سفینہ کو کچھ نہیں ملے گا۔ گوشت فریج میں رکھنا مجبوری ہے

چھ بوٹیاں گن کر نکال لیا کرنا ان کی یخنی بنا کر سفینہ کو دینا، بوٹی کے ریشے بھی اس کی یخنی میں ڈال دیا کرنا۔''

''مطلب میں یہ سارا سامان سفینہ کے گھر لے کر جا رہی ہوں۔'' عرشی کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''تائی امی وہ لوگ نیو سٹی ٹاؤن میں رہتے ہیں بیابان میں نہیں، جو راشن بھیج رہی ہیں۔''

''بس بٹیا یہی سمجھو بیابان میں ہی رہتی ہے قسمت کی ماری، تم کیا سب بھول گئی ہو؟'' اس نے توجہ سے کبھی سنا ہوتا تو بھولتی۔

''اچھا عرشی! تم بھی شرما شرمی میں بھوکی مت رہا کرنا۔ یہ خشک چیزیں اسی لیے ساتھ کی ہیں تا کہ جب دل کرے کھا لو۔''

''اب کتنا انتظار کرانا ہے، آٹو والا ناراض ہو رہا ہے۔'' ٹیپو نے اس کا بیگ اٹھا لیا قمر نے کارٹن، تو مجبوراً شاہدہ کو بھی نصیحتوں کا سیشن روکنا پڑا۔

قمر اسے چھوڑنے ساتھ جا رہا تھا۔ وہ باہر نکلی تو بوٹا بھی باہر کھڑا دکان کے ہیلپر سے راشن کے کارٹن اسٹور میں رکھوا رہا تھا۔ ٹیپو نے بیگ اور راشن والا کارٹن الٹا سیدھا رکشے میں رکھ دیا۔ اب اس کے بیٹھنے کی جگہ تنگ پڑ گئی۔

''کوئی ایسے سامان رکھتا ہے۔'' وہ ٹیپو پر خفا ہوئی۔

''اور کیسے ترتیب لگاؤں؟ تم نے کون سا ساری زندگی آٹو میں بیٹھے رہنا ہے، بیس منٹ بعد اتر جانا ہے۔''

''بیس منٹ تھوڑے نہیں ہوتے۔ ٹیپو! پہلے کارٹن رکھو پھر اس کے اوپر بیگ رکھ دینا۔'' وہ ٹیپو سے مخاطب ہوتا ہوا اس کے قریب ہی آ گیا۔ پھر اس نے ترتیب سے بیگ اور کارٹن بھی خود رکھ دیے۔

جب سے رشتے والی بات ہوئی تھی بوٹا اور وہ ڈائریکٹ مخاطب کرنا ہی چھوڑ چکے تھے۔

''سکون سے ہی جانا، زیادہ اسپیڈ مارنے کی ضرورت نہیں۔'' اس نے قمر کے کندھے پر ہاتھ مار کر رکشے والے کو بھی ہدایت دی۔

☆☆☆

رکشہ عین سفینہ کے گھر کے سامنے رکا۔ عرشی اور قمر نے مل کر سامان باہر نکال لیا۔ اب عرشی سر اٹھا کر اس دو منزلہ خوبصورت گھر کو دیکھ رہی تھی۔

''اندر چلو عرشی باجی! باہر کیوں رکی ہو؟''

قمر کے احساس دلانے پر وہ اس کے پیچھے پیچھے چل دی۔ قمر نے سامان اور اسے ڈائریکٹ سفینہ کے کمرے میں پہنچا دیا۔

''ٹھیک ہے باجی! اب میں چلتا ہوں، رکشے والا انتظار کر رہا ہے۔''

''سفینہ! باہر لاؤنج میں بھی کوئی نہیں ہے، گھر میں بھی کوئی نہیں ہے کہاں گئے ہیں سب۔ گیٹ بھی کھلا ہی تھا۔''

''سہیل اور روحیل آفس گئے ہیں، آنٹی اپنے کمرے میں سو رہی ہوں گی۔ انکل کسی ہمسائے کے پاس بیٹھے ہوں گے اگر گیٹ کھلا ہے تو لازمی وہ باہر ہی کہیں ہیں۔''

''طبیعت کیسی ہے؟''

سوال کی دیر تھی، سفینہ نے گنگا جمنا بہا ڈالی۔ وہ ساتھ لگا کر تسلی ہی دے سکتی تھی۔ پرسکون ہوئی تو عرشی نے پوچھا۔

''کچھ کھاؤ گی؟''

''نہیں پہلے تم شوربے والا سالن بنا لو اس میں پھلکا بھگو کر دینا وہ کھاؤں گی۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کھا سکتی ہوں۔ میں تمہارے پاس کچن میں بیٹھوں گی وہاں کرسی رکھ لو۔''

وہ سفینہ کے لیے پھلکا ڈال رہی تھی جب اس کی ساس بھی کچن میں چلی آئیں۔ اس نے سلام کیا۔

''تم سفینہ کے چچا کے بیٹی ہو نا؟'' سفینہ کی ساس کی آنکھوں میں ذرا سا تحیر تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک اس کے قیمتی لباس اور جوتوں کو دیکھ رہی تھیں۔

''کب آئی ہو؟ پتا ہی نہیں چلا۔''

''آنٹی! آپ تب سو رہی تھیں۔''

''ہوں..... نیوسٹی والے تو سب ہی ایک دو بجے اٹھتے ہیں، اصل میں گلی محلے میں یہ ماحول نہیں ہوتا تو ان کو عجیب ہی لگتا ہے۔'' ایک اچھی خاصی معمر خاتون کے منہ سے طنزیہ جملہ بڑی ادا سے پھینکا گیا تو عرشی تھوڑا جز بز ہوگئی۔ اس نے کیبنٹ سے چھوٹی ٹرے میں پیالہ رکھ کر نفاست سے سفینہ کو اس کا کھانا پیش کیا تو بھی شمیم بیگم دیکھتی رہی۔

''آنٹی! آپ ناشتے میں کیا لیں گی؟''

''میں تو ڈائٹ چائے پیتی ہوں، کبھی وہ بھی نہیں پیتی۔ صرف گرم پانی پی لیتی ہوں۔''

اس کے دیکھتے دیکھتے شمیم بیگم نے گرم پانی کا گلاس بھرا اور لے کر باہر نکل گئیں۔

''عرشی! تم بھی کھانا کھالو۔''

''یہ تو میں نے تمہارے لیے بنایا ہے۔''

''مزے دار ہے، پرہیزی تو لگ ہی نہیں رہا کھا کر تو دیکھو۔''

چند نوالوں کے بعد وہ سفینہ کو لے کر لاؤنج میں آئی تو شمیم بیگم ماسی سے صفائی کروا رہی تھیں۔ سفینہ اپنے کمرے میں لیٹ گئی وہ باہر نکل آئی۔

''شیشے پر داغ ہیں، کل بھی تم نے صاف نہیں کیے تھے۔'' عرشی کچھ دیر تو ان کو کام والی کی کلاس لیتے دیکھتی رہی پھر اپنی خدمات پیش کر دیں۔

''ارے رہنے دو، تمہیں کہاں کرانی آئے گی۔ سفینہ کو سال ہو گیا اس گھر میں آئے، اسے نہیں کروانی آئی۔ جو ایسے گھروں میں رہا نہ ہو اس کے لیے سنبھالنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ محدود سی زندگی ہے تم لوگوں کی، نہ کوئی رشتے دار ایسے گھر میں رہتا ہے۔ لے دے کر لاری اڈے کے ہوٹل تک ہی رسائی ہے۔'' وہ یوں ہنسیں جیسے کوئی بہت مزاحیہ بات ہو۔

عرشی جیسی پراعتماد، ہوشیار اور قدرے حاضر جواب بھی ان کے سامنے لڑکھڑانے لگی۔ وہ سفینہ کے پاس بیڈ روم میں آئی تو سفینہ بڑی مشکل سے راشن نکال کر الماری کے چھوٹے خانے میں رکھ رہی تھی۔ عرشی نے جلدی سے اسے سہارا دے کر کھڑا کیا۔

''یہ اوچھوں جیسی حرکتیں کیوں کر رہی ہو سفینہ؟''

''پیٹ کے لیے کر رہی ہوں، تم ابھی یہیں ہو، اندازہ ہو جائے گا۔ پھر اس نے سیرپ والی شیشی میں کوکنگ آئل ڈال کر بڑی بوتل الماری میں گھسائی اور لاک کر کے چابی اپنے تکیے کے کور میں ڈال دی۔ عرشی کو اپنے گھر کی طرح رات کے کھانے کی فکر تھی وہ جلد از جلد بنا کر فارغ ہونا چاہتی تھی جب ہی سفینہ سے پوچھ لیا۔

''کھانا کیا بنے گا کوئی سبزی ہے تو میں تمہارے پاس بیٹھ کر کاٹ لوں۔''

وہ چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتی رہی پھر بولی۔

''آنٹی سے پوچھ لو۔''

''آنٹی رات کے کھانے میں جو بنانا ہے لا دیں۔''

شمیم بیگم نے چونک کر دیوار گیر بڑی سی اسکرین سے نظریں ہٹائیں۔ اس سے پہلے کہ وہ شمیم کا جواب سنتی اپنے پیچھے اس نے گڈ ایوننگ سن لی۔ یہ سفینہ کی چھوٹی نند تھی جس کے ایک ہاتھ میں دو سلائس اور دوسرے میں کپ — بتا رہا تھا، مغرب سے کچھ پہلے اٹھ کر ناشتہ ہو رہا ہے۔

وہ بھی خراماں خراماں چلتی ماں کے برابر صوفے پر جا بیٹھی۔

''ہمارے ہاں تو کھانا بنتا ہی نہیں۔ سب کی پسند الگ الگ ہے، سب ہی باہر سے کچھ نہ کچھ کھا لیتے ہیں۔ سبین نے ساری رات جاگنا ہوتا ہے۔ یہ اپنی کوئی ڈیل منگوا لیتی ہے۔ خشک پڑھائی کے ساتھ ساتھ منہ چلاتی رہتی ہے۔ سی ایس ایس کی تیاری کر رہی ہے نا۔ تم بھی کوئی پیزا برگر کی ڈیل چیک کر کے آرڈر کر لو۔''

''یہ نیوسٹی ہے، ہر سروس یہاں ملتی ہے، دھوپ سڑی کی طرح نہیں ہے کہ کوئی سروس ہی نہیں۔''

سبین نے بھی حصہ ڈالا۔ تو اس نے بغور سبین کو دیکھا۔

برانڈڈ لیکن ایک سائیڈ سے ٹوٹی چپل، ملگجا گھسا ہوا برانڈڈ سوٹ، کچھ ایسا ہی حلیہ شمیم بیگم کا تھا۔ وہ ماں بیٹی ڈرامے میں مگن ہوئیں تو وہ بھی اٹھ کر سفینہ کے پاس آ گئی۔

''تمہارا سسرال تو بہت عجیب سا ہے۔''

''ابھی چار دن رکنا ہی ہے پھر عجیب نہیں کہو گی۔''

اگلے چند دنوں میں عرشی کانوں کو ہاتھ لگا چکی تھی، شمیم بیگم سمیت وہ سب احساس برتری و احساس کمتری کا بدترین امتزاج تھے۔ ایک ایک شے کی قیمت بتانے والے، گھر کی ایک ایک اینٹ کے بارے میں حد درجہ حساس۔ بیشتر وقت گھر کی کھڑکیاں دروازے صاف کرتے گزارتے تھے۔ انہیں کالونی کے باقی گھروں جیسی اعلا سے اعلا چیز خرید کر گھر میں لا کر رکھنے کا شوق تھا۔ لیکن استعمال وہ نہیں کرتے تھے۔

جیسے آٹومیٹک واشنگ مشین سامنے رکھی تھی مگر کپڑے وہ سب ہاتھوں سے دھوتے کہ بجلی بھی نہ لگے اور کپڑے بھی دیر تک چل سکیں۔ وہ سب گھر میں بھی پرانی برانڈڈ لیکن آدھی ٹوٹی ہوئی چپلیں اور گھسے کپڑے پہنے پھرتے، نئے اور صاف ستھرے کپڑے نہ پہنتے، انہیں سنبھال کر رکھتے۔ یا دکھاوے کے لیے وہ باہر نکلنے کے رکھے ہوئے تھے۔

اس کی ایک سے ایک برانڈڈ چیزوں نے شمیم بیگم اور ان کی بیٹی کو اس کے معاملے میں تھوڑا سا محتاط رویہ اپنانے پر مجبور کر دیا تھا۔

''ہم ویک اینڈ پر کے ایف سی جاتے ہیں تم بھی چلو۔''

سبین نے بڑے کھلے دل سے عرشی کو دعوت دی۔ خوب تیار ہو کر وہ اور عرشی، سہیل کی نئی مہران کار میں کے ایف سی پہنچ گئیں۔ واپسی پر عرشیہ نے سہیل سے عین اسٹور کے سامنے گاڑی رکوائی، اب وہ سہیل کا ہاتھ پکڑ کر اسٹور میں لے گئی۔ سارا راشن خرید کر بے منٹ کروا کے اس نے ڈگی میں ساری چیزیں رکھیں اور ہاتھ جھاڑ ڈالے۔ وہ سمجھ رہی تھی شاید سفینہ نے ایسی کوشش نہیں کی لیکن معاملہ برعکس تھا۔

سارا سودا سلف کچن میں رکھوا کر وہ سفینہ کے کمرے میں چلی آئی کہ وہ دونوں ہی سوتی تھیں، رات کو سفینہ عرشی کہ مدد سے واش روم وغیرہ استعمال کرتی تھی۔ چھلے اور بیٹی کی وفات کی وجہ سے اسے واش روم سے بھی خوف ہی آتا تھا۔

اگلے دن اس نے خوشی خوشی گھر کے مکینوں کے خریدے گئے راشن سے سامان لے کر شان دار کڑھی بنائی اور خوب سارے پکوڑے ڈالے۔ پکوڑے نکالتے ہوئے وہ کھا بھی رہی تھی جب شمیم بیگم کچن سے پانی پی کر، اس کی پکوڑہ کھانے کی دعوت ٹھکرا کر بڑی نخوت سے فرما کر گئی تھیں۔

''چھوٹی جگہوں کی رہنے والوں کا سارا دھیان ہی کھانے پینے پر ہوتا ہے۔ ہر وقت کھانے کے خواب۔ کھایا کون سا کوئی دیکھتا ہے پر پھر بھی سب پاگلوں کی طرح کھانے بنانے اور کھانے میں مگن رہتے ہیں۔ لباس، جوتے اور گھر جو سب نے دیکھنا ہے، وہ گھٹیا ہی رکھیں گے۔ اب کون سمجھائے پہنے کو تو سارا جہان دیکھتا ہے کھانا کوئی پیٹ پھاڑ کر جھانک کر تھوڑی دیکھے گا۔''

عرشی کو لگتا تھا وہ اپنی کلاس کے سب لوگوں کے سامنے بول سکتی ہے، لیکن اسے اب پتا چلا کہ ماڈل ٹاؤن کی طرح نیو سٹی والوں کے سامنے بھی بول نہیں سکتی اس کی ٹانگیں کانپنے لگتی ہیں۔ دکھ سے بھرا دل اور پانی سے بھری آنکھیں لیے وہ باہر لان میں ہی بیٹھ گئی۔

اسے سفینہ پر بہت ترس آیا، اسے آج پتا چلا اس کی تائی سفینہ کے بارے میں جھوٹ نہیں بول رہی تھیں۔ وہ رہنے نہ آتی تو ساری زندگی اسے یہی گلہ رہتا شاہدہ خاندان کی کسی لڑکی کا سفینہ کے سسرال میں اس لیے رشتہ نہیں کروا رہی کہ وہ اس کے برابر نہ

آ جائے اسے اب پتا چلا حقیقت وہی ہے جو تائی پچھلے چھ ماہ سے بتاتی آ رہی ہیں۔

''مجھے سفینہ سے سنجیدگی سے بات کرنی چاہیے، اس مسئلے کا کوئی حل نکلنا چاہیے ورنہ سفینہ ذہنی مریض بن جائے گی۔''

وہ جو رات کو سفینہ سے بات کرنے کا سوچ رہی تھی، سرِ شام ہی لاؤنج میں لگی عدالت سے مستفید ہونے دروازے کے باہر ہی رک گئی۔

''اس نے تم سے پوچھ کر ہی کڑھی بنائی ہوگی۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے، وہ تم سے پوچھے بنا کچن میں گھسی رہے۔'' یہ سہیل کی تپی ہوئی آواز تھی جو یقیناً سفینہ سے کہہ رہا تھا۔

عرشیہ حیران سی ہو کر معاملہ سمجھنے کے لیے مزید اوٹ میں ہوگئی۔

''آدھا کلو دہی، کلو کے قریب گھی ہوگا جو اس لڑکی نے ضائع کیا۔ پکوڑے پانی میں نہیں تلے جاتے۔ پہلے کڑھی میں پاؤ بھر گھی ڈالا اس پر بھی صبر نہ آیا تو کڑاہی چڑھا کر پکوڑے تلنے کھڑی ہوگئی۔ غضب خدا کا اتنا خرچا، پندرہ سو میں کڑھی پڑی ہے یہی پندرہ سو ماشاءاللہ بریانی پوائنٹ پر لگا آتے تو کوئی ''شو'' بھی بنتی اسٹیٹس لگاتے بھی اچھے لگتے۔ کتنا بتایا ہے گھر میں پکانا مہنگا پڑتا ہے پر مجال ہے تیری بیوی بات سمجھے۔ تم لوگوں کے کھانے پینے پر لٹائے رکھتی تو آج اس کوٹھی میں نہ بیٹھے ہوتے۔ گلی محلوں میں رل رہے ہوتے۔ یہ لوگ کھانے پینے پر لٹا کر ہی اب تک اس قابل نہیں ہوئے کہ جگہ بھاتا پہن سکیں اچھی جگہ خرید کر گھر بنا سکیں۔ کچھ عقل دو اپنے میکے کو بہورانی!''

عرشیہ سُن ہو کر رہ گئی۔

☆☆☆

وہ اپنی تایازاد کو ساتھ لگائے بیٹھی تھی۔

''آئی ایم سوری سفینہ۔ میری وجہ سے تمہیں سب کی باتیں سننا پڑیں۔ نہ میں کڑھی بناتی اور نہ ہی یہ عدالت لگتی۔''

''کوئی بات نہیں یہ کون سا کوئی نئی بات ہے بس مجھے یاد نہیں رہا کہ تمہیں بتا دوں کڑھی میں پکوڑے نہ ڈالنا۔''

''پکوڑوں کے بغیر بھی کڑھی کوئی کھانے والی ہوتی ہے؟''

''یہ لوگ کھا لیتے ہیں بلکہ گھر میں بناتے ہی نہیں اگر کسی کا موڈ ہو تو باہر سے ہی ایک پلیٹ لے کے وہیں بیٹھ کے کھا کر گھر آ جاتے ہیں۔''

''تم ان حالات میں کیسے رہتی ہو اس گھر میں۔''

''پہلے پہلے مشکل لگتا تھا مجھے بھوک لگی ہے کہنے سے مجھے شرم آتی تھی۔ تب امی نے خشک راشن مجھے دینا شروع کر دیا۔ پہلے پہلے میں بے وقوفوں کی طرح وہ بھی ان سب سے شیئر کر لیتی تھی جب میں نے دیکھا کہ اس پر بھی انہیں اعتراض ہے۔ تو اب میں نے بھی چھپا کر رکھنا شروع کر دیا ہے تاکہ میرے زیادہ دن گزر جایا کریں اور امی ابو کا کم خرچا ہو۔''

''تایا ابو اور ابو کو یہ حالات معلوم ہیں؟''

''کافی حد تک معلوم ہیں لیکن زیادہ گہرائی میں جا کر امی کسی سے بات نہیں کرتیں۔ کیونکہ غلطی ان کی ہے اور ان کے اندر یہ گلٹ ہے۔''

''کون سا گلٹ؟''

''چچی کو بھی اور تمہیں بھی پتا ہے، سہیل کا رشتہ پہلے تمہارے لیے ہی تھا، امی نے بتول کو زیادہ پیسے دے کر پھسلایا تھا۔ تب ہی وہ ان لوگوں کو اوپر نہیں لے کر گئی تھی۔'' سفینہ دھواں دھار رو رہی تھی عرشی اسے ساتھ بھینچ کر بیٹھی رہی۔

''یہ لوگ بہت عجیب ہیں۔ گھر میں دودھ والا صبح کے وقت دودھ اور بریڈ ایک ساتھ دے کے جاتا ہے۔ گھر میں میری ساس، سسر اور سبین ہوتے ہیں۔ یہ سب صرف بریڈ ہی کھاتے ہیں، کبھی چائے کے ساتھ کبھی قہوے کے ساتھ۔ جب بھی بھوک لگتی ہے سلائس سے پیٹ بھر لیتے ہیں کھانا کبھی بناتے ہی

TAGPK.COM

نہیں۔ ماحول ایسا ہے کہ آس پاس کے گھر والے بھی ایک دوسرے کے گھر نہیں جاتے۔ سب اچھا گھر دیکھ کے سوچتے ہیں کہ مکین بھی اچھے ہی ہیں لیکن ایسا نہیں ہے۔ کھانے پینے کی اہمیت ان کے ہاں صفر ہے بلکہ جو کھانے کا ذکر کرتا ہے، اسے یہ گلی محلے کے طعنے دیتے ہیں حالانکہ یہ لوگ خود بھی پرانے شہر کی تنگ گلی سے یہاں شفٹ ہوئے ہیں۔ انہیں امیروں والے طور طریقے دکھانے کا بہت شوق ہے۔ امیر ہونے کا بہت شوق ہے پر اتنے وسائل نہیں، اس لیے پیٹ کاٹ کاٹ کر جو شے بھی لیتے اس کی جان سے بڑھ کر حفاظت کرتے ہیں استعمال تک نہیں کرتے۔ آنٹی جنونیوں کی طرح گھر کی صفائی کے خبط میں مبتلا ہیں۔ صوفے پر نہیں بیٹھتیں کہ کہیں خراب نہ ہو جائیں۔ اب تمہارے سامنے دکھاوے کے لیے بیٹھ جاتی ہیں ورنہ سب نیچے فرش پر بیٹھ کر ٹی وی دیکھتے ہیں۔ بس امیر بننے اور کہلانے کا شوق ہے۔''

عرشیہ اپنی جگہ چوری بن گئی کہ یہی جنون تو اس کا بھی تھا۔

''دو دو ہفتے گھر میں کچھ پکتا پکاتا نہیں، اندرون گلی والے رشتے داروں سے ملنا ملانا نہیں تو ان کو جلانے اور باقی لوگوں کے دکھانے کے لیے دو تین ہفتوں بعد کسی بھی اچھی فوڈ چین پر جا کر مہینے کے راشن جتنا پیسہ اڑا آتے ہیں۔ وہاں بنائی گئی تصویریں سوشل میڈیا پر لگا دیتے ہیں۔ میری امی جیسے شو آف سے متاثر لوگ.....'' سفینہ پھر سے آنسو پینے لگی تو عرشی کو جیسے مزید موقع مل گیا۔ وہ سفینہ کی باتوں کے آئینے میں خود کو مزید گہرائی سے دیکھنے لگی۔

''جوتے کپڑے سب کچھ برانڈڈ لے کر فوٹو سیشن کے لیے سنبھال کر رکھتے رہتے ہیں گھر میں جو حالات ہیں، تمہیں نظر آ ہی گئے ہیں۔ طعنے مجھے دیتی ہیں کہ میں عام دکانوں سے خریدے جوتے کپڑے پہنے اتنے شاندار گھر میں پھر رہی ہوں۔ کم سے کم ٹوٹے تو نہیں ہیں۔ کپڑے بھی گھسے ہوئے تو نہیں ہیں جو بناتے ہیں، ہم پہنتے تو ہیں۔''

''سفینہ یار! ایسے زندگی نہیں گزرے گی میں گھر کال کرتی ہوں، تم بھی میرے ساتھ چلو، لعنت بھیجو ایسے ذہنی مریض لوگوں پر۔'' ساتھ ہی وہ خود کو بالکل ایسی ہی ذہنی بیماری اور آزاری سے نکالنے کا تہیہ کر چکی تھی۔

''سہیل اتنے برے نہیں ہیں، بس ذرا بینک کا لون واپس کر دیں اور سبین کی شادی ہو جائے تو ہم سیکنڈ فلور پر شفٹ ہو جائیں گے۔ میں پھر اپنے کچن اور معاملات میں آزاد ہو جاؤں گی۔''

''بہت وقت لگے گا۔''

''وہ تو ہے، ان میں بھی دکھاوے کی عادت ہے، ابھی اس گھر کی تعمیر کے لیے جو لون لیا تھا وہ واپس نہیں ہوا کہ دوسرے بینک سے مہران خرید لی ہے۔ موٹر سائیکل سے اچھا بھلا گزارہ ہو رہا تھا پر آس پڑوس کی برابری میں بس گاڑی چاہیے تھی۔''

''مجھے تم پر پیار کے ساتھ ترس بھی آ رہا ہے حالانکہ پہلے ہم ایک دوسرے سے کتنا چڑتی تھیں۔''

''سچ پوچھو تو میں بھی نور، ربیعہ اور تمہاری خاطر یہ گھر نہیں چھوڑنا چاہتی۔ لوگ کہیں گے اتنے اچھے گھر بار میں بہن نہیں بس سکی تو دوسری بھی ایسی ہوں گی۔ اسی لیے امی محلے میں دوسری خواتین کی طرح میرے سسرال کے بارے میں بھاپ بھی نہیں نکالتیں۔ ہمیشہ جھوٹی تعریف ہی کرتی ہیں اسی لیے عزت بنی ہوئی ہے۔''

''نہیں، تم یہ مت سوچو، ربیعہ ابھی چھوٹی ہے نور کا ہم ٹیپو سے کر دیں گے اور میں ہمسائے میں کروا لیتی ہوں۔'' عرشی نے ترچھی نظر سے سفینہ کو دیکھا۔ تو وہ خوشی سے چیخ پڑی پھر خود ہی اپنے ہاتھوں سے منہ بند کر لیا۔

''مجھے اتنی خوشی ہو رہی ہے لیکن عرشی تمہیں تو ایسا گھر اور آفس جاب والا لڑکا پسند ہے نا؟'' سفینہ قدرے جھجکتے ہوئے بولی۔

بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے ایک ہی گھر میں رہ کر افراد ایک دوسرے کی فطرت اور سوچ سے ناواقف

ہوں سو سفینہ بھی اس کے خیالات سے بہت اچھی طرح آگاہ تھی۔

عرشی کی سمجھ میں نہ آیا کہ شروع سے کہانی بتائے، اپنی کوشش اور ناکامی بتائے یا صرف مسکرا دے کہ پچھلے کئی ہفتوں نے اس کی فزکس، کیمسٹری ہی بدل دی تھی۔ اب اس گھر میں رہنے کے دو ہفتوں بعد ہی اس نے خود کو سکھایا تھا۔

زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے محنت ضروری ہے پر اس سے بھی زیادہ ضروری ہے قناعت۔ ورنہ ہر حصول کے بعد ہوس ذہنی آزار ہی دے گی۔

اس کی خموشی پر سفینہ نے ہی بات آگے بڑھائی۔

''پتا ہے عرشی! میں سوچتی ہوں ہم جیسے لوئر مڈل کلاس لوگوں کی بیٹیوں کو پڑھائی پر بہت توجہ دینی چاہیے تاکہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکیں۔ اور بیٹوں کو ہنر سکھانا چاہیے، ہنر میں پیسہ بھی ہے اور کسی کی محتاجی بھی نہیں ہے۔ بوٹے بھائی کو ہی دیکھ لو، ایک دکان سے سپر اسٹور تک پہنچ گیا ہے۔ ادھر پیچھے اسٹریٹ فائیو میں قسطوں پر کمرشل جگہ خریدی تھی اب اس کی قسطیں پوری کر کے سپر اسٹور بنا رہا ہے۔ روحیل کو بوٹے بھائی نے ہی اپنے سپر اسٹور پر جاب دی ہے۔ ابھی افتتاح نہیں کیا، روحیل کمپیوٹر سسٹم کا ہیڈ ہے ابھی سارے آئٹم کمپیوٹر میں فیڈ کر رہے ہیں۔ جب _____ کمپیوٹر کا کام ۔ ختم ہو جائے گا کھولیں گے۔''

عرشی خوش گوار حیرت سے سن رہی تھی۔

''سفینہ میں نے بزنس مین بوٹے کے لیے ہاں نہیں کہی تھی، میں نے دکان دار بوٹے کے لیے ہی ہاں کی۔ اب تم بتا رہی ہو وہ بزنس مین بن رہا ہے۔'' عرشی کے اندر خوشی اور اطمینان کی عجیب ہی ترنگ جاگ اٹھی۔

''عرشی! سہیل کہتے ہیں چھوٹے کام کرنے والے بھی بزنس مین ہوتے ہیں بلکہ ہم جیسے نو سے پانچ نوکری کرنے والوں سے دوگنا کماتے ہیں... وہ کہتے ہیں روحیل اور میں جان لڑا کر مہینے کی بیس سے تیس ہزار کے درمیان سیلری لیتے ہیں۔ جبکہ اپنا کام کرنے والے ذہنی دباؤ کے بغیر اس سے زیادہ کما لیتے ہیں۔ اب تم ہی دیکھ لو، روحیل ایم کام ہو کر بوٹے کی نوکری کر رہا ہے۔ لڑکیاں خواہ خواہ سہیلیوں کے اسٹیٹس دیکھ کر وائٹ کالر جاب والے کی راہ تکتی ہیں۔ پھر جب سر پر پڑتی ہے میری طرح گھٹ گھٹ کے روتی رہ جاتی ہیں۔ کبھی ایک خرچا کبھی دوسرا تو کبھی تیسرا۔ ہر سال جتنے خرچے بڑھتے ہیں اتنی تنخواہ نہیں بڑھتی۔''

''ٹھیک کہتی ہو تم۔'' عرشی نے سفینہ کی حقیقت پسند سوچ کی تائید کے ساتھ ہی اپنا دکھڑا رویا۔ ''لیکن مجھے اس کا نام ''بوٹا'' زہر لگتا ہے۔''

''تو بہن آج کل نک نیم کا رواج ہے تم بھی کوئی نک نیم رکھ لو وہی سب سہیلیوں کو بتا دینا۔ یا پھر ''ہی، بے بی'' ٹائپ کچھ کہہ دیا کرنا۔''

''نام بھی بدلوانا پڑے گا اور وہ مگرمچھ کے منہ جیسی کھلی جوتی پہننے کی عادت بھی بدلوانی پڑے گی۔'' عرشی نے منہ بنایا۔

''پہلے گھر میں فون کر کے جلدی سے اقرار نامہ تو بھیج دو ایسا نہ ہو وہ لوگ کوئی لڑکی دیکھ چکے ہوں۔ پھر عادتیں بدل لینا۔''

''بھلے چار سال اقرار نامہ نہ بھیجوں، وہ میرا ہے میرا ہی رہے گا۔'' عرشی کے انداز میں تفاخر اور چاہے جانے کی سرخوشی تھی۔ وہ جان گئی تھی اس اخلاص بھرے شخص کی محبت سچی تھی جب ہی وہ اپنے من کی مراد پا گیا تھا۔ خود عرشی نے صفوان کے لیے ڈرامہ کیا تھا ڈرامہ تو ڈرامہ ہی ہوتا ہے۔ وہ ڈرامے پر نادم تھی اسی لیے اب ایک مخلص شخص کا نام اپنے کورے کاغذ جیسے دل پر لکھنا چاہتی تھی۔ مصنوعی اشیاء اور دکھاوے کو چھوڑ کر قناعت اختیار کرنا چاہتی تھی۔